عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای العمل افضل؟ قال: "ایمان باللہ و رسولہ"، قیل: ثم ماذا؟ قال: "الجھاد فی سبیل اللہ"، قیل: ثم ماذا؟ قال: حج مبرور۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کہ تمام اعمال میں افضل کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا۔ پھر کون سا عمل افضل ہے آپؐ نے فرمایا۔ حج مبرور۔ (بخاری و مسلم)

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قلت یا رسول اللہ ای العمل احب الی اللہ تعالیٰ؟ قال: الصلوٰۃ علی وقتھا۔ قلت: ثم ای؟ قال: "بر الوالدین"، قلت: ثم ای؟ قال: "الجھاد فی سبیل اللہ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! اللہ تعالےٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ رب العزت کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری و مسلم)

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال، قلت یا رسول اللہ ای العمل افضل؟ قال، "الایمان باللہ والجھاد فی سبیلہ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کون سا عمل افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا۔ اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لغدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ خیر من الدنیا وما فیھا" متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ (جہاد) میں صبح یا شام گزارنی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے (بخاری اور مسلم)

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: اتی رجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ای الناس افضل؟ قال: "مومن یجاھد بنفسہ و مالہ فی سبیل اللہ"، قال: ثم من؟ قال: "ثم مومن فی شعب من الشعاب یعبد اللہ و یدع الناس من شرہ۔ (متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا (یا رسول اللہ) لوگوں میں سب سے بہتر آدمی کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ مومن جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا وہ مسلمان جو گھاٹیوں سے کسی گھاٹی میں اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (بخاری اور مسلم)

عن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما علیھا، و موضع سوط احدکم من الجنۃ خیر من الدنیا وما علیھا والروحۃ یروحھا العبد فی سبیل اللہ تعالیٰ او الغدوۃ خیر من الدنیا وما علیھا (متفق علیہ

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا دنیا اور جو دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے۔ اور شام کو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں (جہاد کے لئے) جانا یا صبح کو جانا دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے۔ (اس حدیث کو امام بخاری اور اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن سلمان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "رباط یوم و لیلۃ خیر من صیام شھر و قیامہ، و ان مات فیہ اجری علیہ عملہ الذی کان یعمل و اجری علیہ رزقہ، و امن الفتان۔ (رواہ مسلم۔

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن رات سرحد اسلام کی حفاظت کرنا، ایک مہینہ کے روزے اور اس کی راتوں کی عبادت سے افضل ہے اور اگر اسی حالت میں وہ مر گیا تو جو کام وہ کرتا تھا مرنے کے بعد بھی اس کے لئے جاری رہیں گے اور اس کا رزق بھی جاری رہے گا۔ اور فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الف یوم فیما سواہ من المنازل"، رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے راستہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرنا دوسرے کاموں میں ہزار دن لگے رہنے سے افضل ہے (ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۵ محرم ۱۳۸۹ھ
۳ اپریل ۱۹۷۰ء

جلد ۱۵
شمارہ ۴۶

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مدیر مسئول :
مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر اعلیٰ :
مجاہد الحسینی

کیا مرزائی بھی مسلمان ہیں ؟

سیاسی جماعتیں اپنی پوزیشن واضح کریں !

صدر مملکت جنرل آغا محمد یحییٰ نے قانونی انتظامات کا حکم جاری کیا ہے جس کے تحت ملک کی پالیسی چلانے کے لئے آئین میں بعض رہنما اصول شامل کئے ہیں۔

ایک اصول کے تحت قرآن و سنت کی تعلیمات اور اسلامی تقاضوں کے منافی قانون بنانے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ یہ اصول اسلامی طرز حیات کو فروغ دینے، اسلامی اخلاقی اقدارِ حیات کا احترام بڑھانے اور پاکستانی مسلمانوں کو قرآن مجید اور اسلامی تعلیم کی سہولتیں فراہم کرنے میں حکومت کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہوں گے۔ رہنما اصول کے تحت یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ سربراہ مملکت مسلمان ہو۔ اقلیتوں کو اپنے مذہبی طریقوں کے مطابق عبادت کرنے، اپنے دین سے وابستہ رہنے اور تبلیغ کرنے کی پوری آزادی ہوگی۔ اور اس سلسلہ میں پاکستانی شہریوں کی حیثیت سے انہیں تمام حقوق، مراعات اور تحفظات حاصل ہوں گے۔

صدر مملکت نے پاکستانی آئین کے بارے میں اس رہنما اصول کا اعادہ کرکے اچھا کیا ہے کہ نظریاتی اعتبار سے اس ملک کی حیثیت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ہوگی اور قرآن و سنت کے منافی کوئی آئین وضع نہیں کیا جائے گا۔

نیز حسب سابق یہ فیصلہ بھی اطمینان بخش ہے کہ پاکستان کا سربراہِ مملکت مسلمان ہوگا۔ لیکن آج یہ مسئلہ پاکستان کی پہلی دستوری سفارشات کی طرح تشنۂ وضاحت رہ گیا ہے۔

۱۔ کیا پاکستان کے مرزائی حضرات بھی مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہو سکتے ہیں اور سربراہِ مملکت کے عہدہ کے لئے اگر کوئی مرزائی امیدوار بن جائے تو اس کی حیثیت کیا ہوگی؟ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان کی تعریف کی جائے۔

۲۔ پاکستانی اقلیتوں کو ان کے مذہب کے مطابق زندگی گذارنے اور عبادت کرنے کی آزادی تو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے لیکن غیر مسلم اقلیتوں مثلاً عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کو تبلیغ کی آزادی عطا کرنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں تبلیغ کرکے انہیں مرتد بنانے کی مجاز ہوں گی اور پاکستان کے دیگر شہریوں کی طرح انہیں پورا قانونی تحفظ دیا جائیگا۔

ایسے اشتباہات ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پاکستان کے راہنما اصولوں میں ارتداد یعنی مذہب تبدیل کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے اس بات کی پابندی عائد کی جائے کہ کوئی مسلمان اپنا مذہب نہیں کر سکتا ہے کیونکہ پاکستان تو صرف اس مقصد کی تکمیل کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے دین و مذہب اور عقائد و نظریات کا تحفظ کر سکیں۔ اگر یہاں بھی غیر مسلم اقلیتیں، یہودی، عیسائی اور ہندو تبلیغ کرکے مسلمانوں کو ان کے دین و مذہب سے برگشتہ کر سکتی ہیں جیسا کہ ان دنوں مختلف شہروں اور دیہاتوں میں ہو رہا ہے تو یہ مسلمانوں کے بنیادی حقوق اور اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔

اولاً۔ صدر مملکت کو چاہئے کہ جہاں انہوں نے سربراہِ مملکت کے لئے مسلمان ہونا لازم قرار دیا ہے وہاں وہ مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے اس پیرا میں اس مفہوم کے الفاظ کا اضافہ کریں کہ مسلمان سے مراد وہ شخص ہے جو خدا تعالےٰ کو وحدہٗ لاشریک اور احکم الحاکمین مانتا ہو اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں معنی خاتم النبیین تسلیم کرتا ہو کہ آپ کے بعد ہر قسم کا دعوئ نبوت کرنے والا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے کیونکہ مسلمانوں کے مسلّمہ اسلامی فرقوں (دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہلحدیث) کے نزدیک مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

دیگر شہریوں و اقلیتوں کو حقوق حاصل ہونگے اور ذمیوں کی طرح ان کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے گی۔ لیکن وہ اہلِ اسلام کو تبلیغ، ترغیب یا ترہیب کے ذریعہ کسی طریقہ سے بھی دینِ اسلام سے منحرف کرکے عیسائی یہودی ہندو یا دُوسرے کسی بھی مذہب کا پیروکار بنانے کے ہرگز مجاز نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ یہ اندازِ عمل قرآن و سنت کے خلاف اور اہلِ اسلام کے ملیّ اور دینی حقوق کے سراسر منافی ہے

اس مرحلہ میں ہم پاکستان کی ان تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے بھی گزارش کریں گے کہ جولوگ پاکستان میں اسلامی نظامِ حیات کی ترویج اور اسلام کا قانون رائج کرنے کے دعویدار ہیں۔ وہ اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ قادیانیوں کے بارے میں ان کے نظریات اور پالیسی کیا ہے؟

کیا ان کی جماعتوں میں شریک قادیانی آئندہ انتخابات میں حصّہ لے سکیں گے؟ اور انھیں پارٹی ٹکٹ دیا جائے گا!

اگرنہیں — اور انفرادی یا جماعتی بنیاد پر کسی بھی حلقہ سے مرزائی امیدوار الیکشن میں، حصّہ لینے کا فیصلہ کرلے تو وہ کیا طرزِ عمل اختیار کریں گے۔

عوام الناس کو چاہیئے کہ وُہ مختلف جماعتوں کے رہنماؤں سے اس اہم اسلامی قانونی اور ملکی مسئلہ کا قطعی حل کرائیں اور حضرت خاتم النبیینؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس آپ کی عزت و ناموس اور آپ کی پاکیزہ تعلیمات کے خلاف کسی نوعیت کا بھی فیصلہ پاکستان میں ایک قانون کی حیثیت سے نافذ کرنے کی ہرگز اجازت نہ دیں۔

★

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور کا پروگرام

۴ر اپریل بروز ہفتہ۔ روانگی برائے منچن آباد
۵ر اپریل بروز اتوار۔ قیام منچن آباد
۶ر اپریل بروز پیر۔ بہاول نگر۔ قیام برمکان مولوی سعید احمد صاحب عیدگاہ روڈ عصر تک رات کو عارف والا تشریف لے جائیں گے۔
۷ر اپریل بروز منگل واپسی لاہور۔

(حاجی بشیر احمد)

مراسلات

چند وضاحت طلب مسائل

مکرمی! اسلام مسنون

سال ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوّت میں آپ کے ایک رفیقِ جیل کی حیثیت سے میں کچھ سوالات کے جوابات پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اپنے مؤقر جریدہ ہفت روزہ "خدام الدین" کے آئندہ شمارے میں ان کے متعلق وضاحت فرمائیں گے۔ خدام الدین کے جوابات کے ذریعہ اپنی تشہیر مقصود نہیں بلکہ عوام الناس کے دلوں میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہیں اُن کی کسی حد تک تسلی ہو جائے گی۔

۱۔ روزنامہ "جسارت ملتان" کی اشاعت مورخہ ۲۳ر مارچ کے ملاحظہ سے پتہ چلا ہے کہ ٹوبہ میں بھاشانی کی آمد پر جہاں دیگر بائیں بازو کی جماعتوں نے ریلوے اسٹیشن پر ان کا استقبال کیا وہاں جمعیۃ علماء اسلام ہزاروی گروپ کے کارکن بھی شامل تھے؟

۲۔ جمعیۃ علماء اسلام کے سرکردہ رکن اور خدام الدین کے ایڈیٹر مختار الحسینی بھی استقبال کرنے والوں میں سے تھے، اور سرخ ٹوپی پہنے ہوئے تھے!

امید ہے کہ آپ میری استدعا کو شرفِ قبولیت فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں گے۔

جواب کا طالب، دعاگو
شیخ نذیر احمد
نیوز ایجنٹ، خان گڑھ

ادارہ خدام الدین کی وضاحت

ملتان سے شائع ہونے والے نئے اخبار "جسارت" نے یہ خبر شائع کی ہے کہ ٹوبہ کسان کانفرنس میں مولانا بھاشانی کے استقبال کرنے والوں میں میں بھی موجود تھا حالانکہ میں ۱۹ر مارچ سے مخدوم مکرم حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مدظلہ کی خدمت میں ملتان، لائلپور، سرگودھا راولپنڈی اور پشاور تک حاضر رہا ہوں اور ۲۴ر مارچ کو ان کی رفاقت میں پشاور سے بذریعہ ہوائی جہاز ۱۰ بجے لاہور پہنچا ہوں اس عرصہ میں پاکستان کے نامور خطیب مولانا ضیاء القاسمی صاحب بھی رفیقِ سفر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ٹوبہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور جہاں تک حکیم مختار احمد الحسینی صاحب کا تعلق ہے ان کا ادارہ خدام الدین سے کوئی تعلق نہیں — نام کے اشتباہ کی وجہ سے اور بہت سے احباب نے بھی مجھ سے استفسار کیا ہے۔ جو صرف غلط فہمی کی بناء پر ہے۔

مجاہد الحسینی
ایڈیٹر خدام الدین لاہور

علماء اہلسنت کی نمائندگی

مرکزی حکومت نے ملک میں دینیات کے موجودہ نصاب پر نظرثانی کرنے اور نیا نصاب مرتب کرنے کے لئے کمیٹی مقرر کی ہے۔ اس میں شیعہ فرقہ کے تین چار علماء شامل ہیں اس کمیٹی میں سنی اکثریت کا ایک بھی آزاد فارغ التحصیل عالم موجود نہیں ہے۔ جو سرکاری ماہرین تعلیم مسلک اہلسنت سے تعلق رکھتے ہیں وہ یا تو ماہرین تعلیم ہیں یا شیعہ سُنّی دونوں کی مشترک شخصیت ہیں بلکہ بعض صاحبان اہل سنّت کی نسبت اہلِ شیعہ کے زیادہ معتمد علیہ ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی سوادِ اعظم کی کسی اہلسنّت کی نمائندگی کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ جبکہ مفتی جعفر حسین صاحب (گوجرانوالہ) نصیر الدین صاحب (سرگودھا) اور یوسف (میانوالی) خالص اہل تشیع کے ذمہ دارانہ اداروں کے عہدہ دار و نمائندہ ہیں۔

باقی برصفحہ ۱۲

مجلسِ ذکر

اللہ کے دوستوں کا بلند مقام

حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: ——

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (یونس ۶۲)

ترجمہ: خبردار بے شک جو اللہ کے دوست ہیں نہ اُن پر ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اولیاء کرام کو نہ ڈر ہوگا نہ غم

بزرگانِ محترم، معزز حاضرین و محترم خواتین! اللہ تعالیٰ کے کلام واجب الاذعان واجب الایمان کا یہ ایک چھوٹا سا جملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کے لئے تحفظ جو دنیا اور آخرت میں نصیب فرمایا ہے جن اللہ کے نیک ولیوں کو اللہ نے اس دنیا میں ہمارا پیشوا فرمایا، اللہ تعالیٰ خود اُن کی عظمت کے گُن گا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے محب ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو محبوب بنا لیتا ہے۔ اب ان کے لئے سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ اللہ اُن سے راضی ہے اور وہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ انہیں آج کوئی غم نہیں، کل انہیں کوئی خوف نہیں۔ غم کا تعلق ماضی سے ہے اور خوف کا مستقبل سے۔ یعنی آج اللہ کا نام لیتے ہیں، اللہ کی رضا جوئی کے لئے تن من دھن نثار کرنے کے لئے تیار ہیں، تو انہیں آج کسی قسم کا غم نہیں —— قبر میں اللہ تعالیٰ اُن کے لئے جنت کا باغ بنا دیں گے، انہیں کوئی غم نہ ستائے گا، کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ جو وعدے اللہ نے کئے ہیں وہ سارے پورے ہو جائیں گے۔ وہ خوش ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو نصیب ہے۔

اولیاء اللہ کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کے الگ الگ گروہ بنائے ہیں، اُن میں ایک تو ہیں نبی مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ صلحاء اور اولیاء کو قرآن حکیم ایک ہی معنے میں لے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو کیسا بنایا، کسی کو کیسا بنایا۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ م ایک کو ایک پر فضیلت دی لیکن نبی نبی کی حیثیت سے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ۔ اسی طرح اولیاء کرام اولیاء کرام ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے واجب التعظیم ہیں۔ مالکی ہوں، شافعی ہوں، حنبلی ہوں، حنفی ہوں۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی بناء پر ہر جگہ وہ قابل تکریم و تعظیم ہیں —— کسی بھی قوم میں ہوں، دنیا ان کی عزت کرتی اور انہیں ریفارمر، مصلح اور نجات دہندہ جانتی ہے۔ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ نبی بننا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے، وہ تو دروازہ ہی بند ہو گیا ہے اس کے بعد صدیق کا معاملہ بھی نبی کے ساتھ تھا، وہ بھی ختم ہوا اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے شہید کا مقام رکھا ہے وہ بھی انسان کے اپنے بس کی بات نہیں، یہ بھی اللہ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے آگے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ولی، جن کو اللہ تعالیٰ دوسرے القاب سے نواز رہے ہیں، اُن اولیاء کرام میں آپ محنت سے، مشقت سے، تکلیفیں اٹھا کر اور اللہ کی رضا جوئی کے لئے شب و روز ایک کر کے صالحین میں شامل ہو سکتے ہیں۔ ان ہی اولیاء کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست اور ولی کہتے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شہادت سے نوازیں اور نہیں تو پھر کم از کم اولیاء کرام کا دامنگیر، ان کا کفش بردار ہی بنا دے۔

اللہ کا فضل اور توفیق

میرے بڑے بھائی مولانا حبیب اللہ صاحب کہا کرتے ہیں تم نے والدین کو چار حج کرائے، مجھے تم پر رشک آتا ہے حالانکہ اب تک خود تئیس چوبیس حج کر چکے ہیں۔ ہمیں رشک آتا ہے کہ یا اللہ! تیرے خزانوں میں کیا کمی ہے۔ کم از کم ایک رمضان ہی خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں گذارنے کی توفیق عطا فرما —— حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میرا باپ ایک دمڑی میرے لئے چھوڑ کر نہیں گیا۔" اپنے واسطے مَیں نے کدی ککھ بھن کے دُوہرا نہیں کیتا۔" اور ادھر معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چودہ حج معہ اہل و عیال نصیب فرمائے۔ یہ اللہ کا فضل ہی تو ہے اور کیا ہے؟ افغانستان سے لے کر برما تک اکبر کا سکّہ چلتا تھا، اس کے نام کے ڈنکے بجتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے زیارتِ حرمین سے محروم رکھا۔ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نام لینے اور اپنے دروازے پر آنے کی جو توفیق عطا فرمائی ہے اس کی قدر پہچانیئے، اس نعمت کو معمولی نہ جانئے، ایک ایک لمحہ جو یادِ خدا میں صَرف ہوتا ہے۔ یقیناً یہ آپ کی نجات کا سامان بنے گا۔

حضرت دین پوریؒ اور حضرت مدنیؒ کے بلند اقبال صاحبزادگان کا ذکر

حضرت دین پوری دامت برکاتہم کی جن حضرات نے زیارت کی ہے یا اُن کے ساتھ نسبت ہے یا جو اب زیارت کرنے کا ذوق و شوق رکھتے ہیں وہ خوش قسمت ہیں۔ یہ اپنے اُس باپ کے بیٹے ہیں جس کے صدقے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت درخواستی جیسے مسترشدین یعنی استفادہ کرنے والے

[illegible] مدنی رح کے [illegible] بعد قاہرہ اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے واپسی پر پاکستان میں بھی تشریف لائے۔ دوسرے جن کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے وہ حضرت میاں عبدالہادی صاحب دامت برکاتہم جو سلطان العارفین حضرت مولانا غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بلند اقبال صاحبزادے ہیں جن سے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا تھا۔ ان کا نام نامی اسم گرامی بھی اپنے عالی مرتبت والد بزرگوار کی وجہ سے "حضرت دینپوری" ہی مشہور ہے۔ وہ اپنے والدِ محترم کے جانشین اور قائم مقام ہیں۔ حضرت دینپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے کامل و اکمل صاحبزادے اور حضرت درخواستی کو خلافت نہیں دی۔ حضرت رح نے پھر حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے احسان کا بدلہ اُن کے فرزندِ ارجمند کو خلافت دے کر ادا کیا۔ اگر حضرت رح نے انہیں خلافت دے کر مسجد میں نہ بٹھایا ہوتا تو شاید گدی نااہل ہو جاتی۔ فقراء اور درویشوں کا مقام ہے۔ اللہ کی رضا جوئی کے لئے کہاں کہاں سے لوگ چل کر آتے ہیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے (حضرت رائپوری رح فرمایا کرتے تھے، میں نے اپنے کانوں سے سنا) کہ حضرت کا حکم ہے جب بھی آپ پاکستان جائیں۔ اور کہیں جائیں نہ جائیں دینپور شریف ضرور جائیں۔ حضرت مولانا طیب صاحب جو اس وقت دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ہیں، اللہ تعالیٰ دیر تک سلامت رکھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت مدنی رح کا حکم ہے کہ پاکستان جائیں تو دین پور ضرور جائیں۔

حضرت دینپوری کافی عرصہ سے بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ دیر تک سلامت رکھے اور ہم تو کہتے ہیں ہم گنہ گاروں کی زندگیاں بھی اللہ تعالیٰ ان کو دے دے۔ ہزاروں کو اللہ کا نام بتلاتے ہیں۔ حضرت رح ان سے اتنے خوش تھے کہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک سو دس سال کی عمر میں لاہور تشریف لائے تھے تو اس گنہ گار نے اُن کی زیارت کی تھی۔ اللہ اکبر، بیان نہیں ہو سکتا اُن کے انوار کا، برکات کا۔ یہ جو کچھ آپ کو یہاں نظر آتا ہے سب حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مستجاب دعائیں ہیں۔

حضرت مولانا حبیب اللہ کا ذکرِ خیر

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حرمین کی ہجرت کا شوق تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میری کوئی دعا ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے قبول نہ فرمائی ہو۔ سو اللہ نے ہجرت کی دعا کو اس طرح قبول کیا کہ حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب اللہ دامت برکاتہم کو حرمین الشریفین کے مکینوں میں شامل فرما دیا اور ان کو بالکل حضرت رح جیسا بنا دیا۔ حضرت رح خود یہاں بیسیوں مرتبہ مجلس ذکر میں کہہ چکے ہیں کہ مولوی حبیب اللہ میری زندگی میں میرے مقام تک پہنچ گیا ہے اور عنقریب آگے نکل جائے گا۔ اللہ اکبر —— یہ بات کہنا حضرت رح جیسے انسان کے لئے معمولی نہیں۔ حضرت رح کو ایسی باتیں کہنے کا شوق نہیں تھا مگر یہ اس لئے کرتے تھے کہ خلقِ خدا کسی گمراہ کے پلے نہ پڑ جائے۔ یعنی ان کی زندگی میں تو سیدھی راہ پر گامزن رہیں اور وفات کے بعد معاذاللہ کہیں بھٹک نہ جائیں اسی لئے فرمایا کرتے تھے میرے بعد کسی قبر پرست کے پیچھے نہ لگ جانا جو اللہ کا نام نصیب ہے اُسی پر قانع رہنا انشاء اللہ نجات کا سامان ہو جائے گا۔ عبادات، نوافل اور فرائض میں اپنی سی کوشش ضرور ضرور کرنا۔ مولانا حبیب اللہ صاحب بڑے گمنام ہیں، عزلت نشین ہیں، کنجِ تنہائی ہی وہ اپنے لئے تجویز کرتے ہیں۔ وہ دنیا کے اندر رہ کر دنیا سے بے تعلق ہیں۔ فارسی میں کہتے ہیں۔

گر پدر نتواند پسر تمام کند

اللہ نے حضرت رح کی ہجرتِ حرمین کی خواہش کی یوں تکمیل فرما دی۔ کہ اُن کے بڑے صاحبزادے کو قبول فرما لیا۔ پھر بھی اگر ہجرت نہیں کی تو چودہ دفعہ بمعہ اہل و عیال اللہ تعالیٰ نے وہاں بلا لیا اس میں کون سی کمی رہ گئی۔ سو اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور ہمیں بھی ان کے طور طریق کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت رح کو کوٹھیوں، موٹروں کا شوق نہیں تھا۔ فرمایا کرتے تھے۔ یہ دولت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کو ہم راہِ خدا میں اپنی مرضی سے خرچ کریں، چاہے مسجد میں کریں چاہے خانہ کعبہ میں کریں، چاہے حج و عمرہ کے لئے کریں چاہے کاروں، موٹروں، کوٹھیوں کے لئے کریں یا جائداد خرید ڈالیں۔ تو حضرت رح نے فرمایا۔ یہ دنیا تو یہیں رہ جاتی ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ۔ (القصص ۸۸) باقی اللہ کا نام ہی رہنا ہے، سو جو عمل خیر ہے وہ نجات کا سامان بنتا ہے، تو کیوں نہ نجات کا، ہدایت کا، اللہ کی رحمت کا اسے وسیلہ اور ذریعہ بنائیں، سو وہی دولت اللہ نے انہیں وہاں لگانے کی توفیق دی۔ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہی نہیں ہو سکتا۔ حضرت رح فرمایا کرتے تھے مولانا حبیب اللہ کو انگریزی پڑھاتے وہ آج بڑے سے بڑے افسر یا وکیل بن جاتے تو یہ گھاٹے کا سودا ہوتا —— علم دین پڑھانے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ وہ آج روضۂ اطہر پر مواجہہ شریف میں بیٹھے ہیں، قرآن و حدیث کی تدریس کی توفیق ہو رہی ہے اور ہزاروں عرب کہاں کہاں سے آکے استفادہ کرتے ہیں اور عربوں کے علاوہ عجم کے لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں یہ اتنی بڑی اللہ کی نعمت ہے کہ حضرت رح فرمایا کرتے تھے زبان ادا نہیں کر سکتی۔

ضروری اعلان

قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ کا درس قرآن مجید گلبہار کالونی پشاور میں ۵ اپریل بروز اتوار ہوگا۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

خطبۂ جمعہ

مغربی قومیں مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کر رہی ہیں

اسلام غریبوں اور ناداروں کی مکمل رہنمائی کرتا ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :۔

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۝

ترجمہ: اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا۔ تاکہ اسے ہر ایک دین پر غالب کرے اور اللہ کی شہادت کافی ہے۔

خالق کائنات نے جب سے انسان کو اپنا نائب و خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا اسی وقت سے اُسے رُشد و ہدایت کا سامان بھی دے دیا۔ تاکہ وہ اس قانونِ الٰہی کے تحت ہی اپنی مادی و روحانی زندگی کی تعمیر کرے۔ اور اپنی خواہشاتِ نفسانیہ یا باطل قوتوں کے دامِ فریب میں نہ آئے۔ لیکن ابلیس لعین نے انسان کو گمراہ کرنے کا اعلان کیا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے ہر ممکن کوشش کر کے اسے خالقِ حقیقی سے دُور کر دیا۔ اور جونہی انسان کا رشتہ خدا سے ٹوٹا وہ گمراہیوں کے عمیق اور تاریک گڑھوں میں جا گرا۔ ان ہی گمراہیوں میں سے انسانوں کا وہ رویّہ تھا جو انہوں نے خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبروں اور رسولوں کے متعلق اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ بعض وہ بدقسمت تھے جنہوں نے انبیاء کی مخالفت کی اور اس طرح اپنی عاقبت کو خراب کیا۔ اور کچھ ایسے لوگ تھے جو انبیاء کو خدا کا شریکِ کار بنا کر گمراہ ہوئے۔ انہوں نے انبیاء کی تعلیم کو بھلا دیا اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر کاربند رہ کر ایک خدا کی عبادت کرنے کے بجائے انبیاء کی پرستش شروع کر دی۔

لیکن حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) چونکہ خدا کے آخری پیغمبر تھے اور آپ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کرنا مشیتِ ایزدی کا منشاء تھا۔ اس لئے آپ کو وہ اصول و ضوابط دئے گئے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور ہر ایک انسان کے لئے رہنمائی انجام دے سکیں۔ آپ نے ہر پیش آنے والے خطرہ سے بچاؤ کی تدابیر اپنی امت کو بتا دیں۔

ارشادِ باری تعالےٰ ہے۔ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ مَسَاجِدَ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے یہودیوں اور نصرانیوں پر اس لئے لعنت بھیجی۔ کہ انہوں نے انبیاء کی تعلیم پر عمل کرنے کے بجائے ان کے مزاراتِ مقدسہ کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اور اس وجہ سے خدا کے مغضوب علیہم ٹھہرے آپ نے اپنی امت کو اس سے منع کیا اور بتایا کہ نجات کے لئے انبیاء کی تعلیم کے مطابق زندگی گذارنا ہے نہ کہ ان کی پرستش و عبادت۔

قرآن حکیم نے جتنے واقعات بیان کئے ہیں ان سے غرض تاریخ بتانا نہیں ہے۔ اور نہ ہی قرآن کوئی تاریخ کی کتاب ہے ــــ البتہ ان واقعات کو بیان کر کے انسانوں کو عبرت اور نصیحت دلانا مقصود ہے۔

آج اگر اس ملک میں قرآن حکیم کی مکمل تعلیم دی جاتی تو ملک کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ لیکن افسوس مذہب اور اسلام کے نام پر حاصل کئے ہوئے اس ملک میں اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اصول اسلام کو ٹھکرا کر ایسے لوگوں کی تہذیب و تمدن کی پیروی کو فخر سمجھا جا رہا ہے جو انسانیت کے روپ میں درندگی کا بیّن اور واضح ثبوت ہیں۔ یہ یورپین اقوام جو مشن بھیج کر لوگوں کو عیسائی بناتے ہیں، کالج، سکول اور ہسپتال بنا کر عوام کی خدمت کرنے کی بجائے انہیں عیسائیت کے جال میں پھنساتے ہیں۔ لیکن عیسائیت قبول کرنے کے باوجود وہ چونکہ رنگ و نسل میں ان کے برابر نہیں ہوتے، اس لئے ان پر ظلم و ستم ڈھاتے ہیں۔

چنانچہ ویت نام میں بھی صورتِ حال ہے۔ جنوبی افریقہ میں اور دیگر پسماندہ علاقوں میں ان نام نہاد مہذب اقوام کے ظلم کی داستانیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نیز یہ قومیں ایشیائی اور افریقی عوام کے اخلاق کو تباہ کرنے کے لئے فحش لٹریچر شائع کرتے ہیں۔ ہالی وڈ کی فلمیں اس کا واضح ثبوت ہیں جن میں چوری، ڈکیتی، بے حیائی اور بے غیرتی کا سامان مہیا کیا جاتا ہے تاکہ یہ لوگ ذہنی طور پر مفلوج ہو جائیں۔

ان تمام فتنوں سے نپٹنے کے لئے مسلمانوں میں اتحاد، یک جہتی اور یگانگت کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن مغربی اقوام مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لئے اپنے ایجنٹوں سے یہ خدمت حاصل کرتے ہیں۔

اسلام نے ہمیں سبق دیا ہے کہ غریبوں، ناداروں اور بے کسوں کی دامے، درمے، قدمے، سخنے مدد کرو۔ خود سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) بنفسِ نفیس بیواؤں کی دادگیری فرماتے اور یتیموں کے لئے آپؐ کا دامنِ شفقت ہر وقت کھلا رہتا۔ اسی طرح صدیق اکبرؓ کی زندگی کے واقعات سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔

پاکستان کی بنیاد ہی مذہب پر رکھی گئی تھی اور اس کو حاصل کرتے وقت یہی نعرہ لگایا گیا تھا کہ یہاں مسلمان اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر امن و سکون کی

(باقی صـ۱۶ پر)

درسِ قرآن

قرآن انسان کو ظلمات سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ ــــ مرتبہ: محمد عثمان غنی

(سورت ابراھیم)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :-
الٓرٰ قف کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ بِاِذْنِ رَبِّھِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۵ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ۵ (صدق اللّٰہ العلیّ العظیم)

میرے محترم بھائیو، بہنو، عزیزو اور بزرگو! صحیح حدیث میں آتا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا "اے اللہ کے نبی (صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم) اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ۔ سب عملوں میں سے کون سا عمل بہتر ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا — اَلْحَالُّ وَالْمُرْتَحِلُ ۔ اُترنے والا، منزل کرنے والا اور پھر کوچ کرنے والا۔ یعنی جو انسان منزل کرے اور منزل کو پہنچتے ہی پھر سفر کے لئے تیاری کرے۔ یہ شغل اور یہ عمل مسلمان کے دوسرے اعمال سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اس کی شرح میں علماءِ محدثین نے فرمایا۔کہ اس سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے۔ اَلْحَالُّ، وہ آدمی جس نے قرآن مجید کی تلاوت کو ختم کیا، وَالْمُرْتَحِلُ اور ختم کرنے کے بعد شروع کر دیا۔ اس کا یہ حال اللہ تعالٰے کے نزدیک تمام عبادتوں سے زیادہ فضیلت والا ہے۔

علامہ سید احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو مالکی مذہب کے ہیں اور بہت بڑے محدث ہیں۔ جلالین کی شرح آپؒ نے لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا جب پورا قرآن مجید ختم کر چکے تو قرآن کریم کے خاتمے پر جو دعا کرے تو وہ کھڑے ہو کر کرے۔ عملاً یہ بتا دے کہ اے رب العالمین! میں قرآن پڑھنے سے تھکا نہیں ہوں، پھر میں شروع کرنے والا ہوں۔ اور آدابِ تلاوت میں سے یہ بھی ہے کہ جب قرآن مجید ختم کر لیں تو پھر اَلْحَمْدُ شریف دوبارہ اُسی وقت پڑھ لیں تاکہ یہ پایا جائے کہ ہمیں قرآن مجید کے ساتھ اُنس اور محبت ہے۔

آج جو آیات پڑھی گئی ہیں یہ سورتِ ابراہیم کی ابتدائی آیات ہیں سورتِ رعد کے آخر میں اللہ تعالٰے عزّ اسمہٗ نے کافروں کا ایک قول نقل فرمایا۔ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا (الرعد ۴۳) کافر یہ کہتے ہیں کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا۔ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ (الرعد ۴۳)
فرمایا ان سے آپؐ کہہ دیجئے، اگر تم نہیں مانتے، مجھے تمہاری شہادت کی ضرورت نہیں ہے، میری شہادت تو ساری کائنات دیتی ہے۔ اللہ تعالٰے خود میری نبوت پر گواہ ہے اور مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ۔ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اس سے مراد یا جبریلِ امینؑ ہیں یا اہلِ کتاب ہیں، یا خود رب العالمین ہیں۔ تو میری نبوت پر تو ساری کائنات گواہ ہے۔

جیسا کہ کنز العمال کی حدیث ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شجر و حجر مجھے پہچانتا ہے، کائنات کا ہر حصہ مجھے پہچانتا ہے اِنَّہٗ لَیْسَ شَیْءٌ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا عَاصِی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۔ (کنز العمال)
نافرمان انسان اور نافرمان جن، یہ مجھے نہیں پہچانتے، باقی کائنات کی ہر چیز مجھے پہچانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

آپ نے پڑھا ہوگا۔ جس رات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نافرمان انسانوں نے مکہ مکرمہ سے نکالا، حضورؐ نے ہجرت فرمائی تو لوگوں نے تو مکے میں آپؐ کو نہیں ٹھہرنے دیا لیکن حضورؐ خود فرماتے ہیں کہ مجھے ہر چیز نے دعوت دی۔ "ہمارے ہاں حضور تشریف لائیں، ہمارے ہاں حضور تشریف لائیں" ساری کائنات نے مجھے دعوت دی۔ آخر نصیب جاگا تو غارِ ثور کا جاگا جس میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر آرام فرمایا۔

سورتِ ابراہیم میں اس بات کو واضح طور پر بیان فرمایا کہ ہم نے آپؐ پر جو کتاب نازل کی، یہ کتاب پڑھنے کے بعد ہی انسان ظلمات سے سے نکل کر نور کی طرف جا سکتا ہے

سورتِ ابراہیم میں جو مضامین ہیں اُن کا خلاصہ یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالٰی عزّ اسمہٗ نے ان کافروں کے کفر کی وجہ کو بیان فرمایا۔کہ کافر کیوں کہتے ہیں ۔ لَسْتَ مُرْسَلًا ط اے اللہ کے نبیؐ! آپ رسول نہیں ہیں۔ یہ رسالت کا انکار کیوں کرتے ہیں۔

اس سورت میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں اُخروی زندگی پر، تو وہ بندشوں کو توڑتے ہیں۔ یہ دو بڑی طاقتیں گذری ہیں حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے، ایک کو کہا جاتا ہے نمرود اور ایک کو کہا جاتا ہے فرعون۔ نمرود کا مقابلہ ہوا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ جیسا کہ تیسرے پارے میں گذر چکا ہے — اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّہٖٓ اَنْ اٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ م اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ط (البقرہ ۲۵۸) تو نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کیا اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کیا۔ دونو

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

قسط نمبر ۲

آزادیٔ کشمیر کی تحریک المجاہد

سردار عبدالقیوم خان صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس

چند قابلِ غور امور ۱۹۴۷ء میں کشمیر کی جو جنگ شروع ہوئی۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ اسے ہم نے خود شروع کیا تھا۔ اس میں حکومت پاکستان کا کوئی مشورہ یا دخل نہ تھا ہماری آرزوؤں کا مرکز و محور ہونے کے باوجود اس وقت پاکستان کی حیثیت ایک پڑوسی امدادی ملک کی تھی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں پردۂ کار سازشوں کے تحت حکومتِ پاکستان نے اس کی ذمہ داری کچھ اس طرح قبول کر لی کہ اس کے نتیجے میں ہی اسے جنگ بندی کے رسوائے زمانہ معاہدے پر مجبور ہونا پڑا گویا کہ جنگ خود پاکستان نے شروع کرائی تھی۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہ تھا اس طرح پاکستان کو ایک صحیح اخلاقی اور سیاسی پوزیشن سے نکال کر غلط پوزیشن میں ڈال دیا گیا اور رفتہ رفتہ ہر شخص کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ کشمیری مسلمان تو بے چارے بھارت کے ساتھ ہی رہنا چاہتے ہیں، یہ سب گڑبڑ پاکستان کروا رہا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے بالغ نظر حکام اور دانشوروں نے بھی بالکل وہی طرزِ عمل اختیار کیا جو اس غلط تاثر کے عین مطابق تھا، بلکہ اس کو درست ثابت کر رہا تھا چنانچہ اس رو میں بہہ کر گذشتہ حکومتوں نے اس بات کو سرے سے محو اور نظر انداز کر دیا کہ کشمیری مسلمان پوری سوچ و بچار کے بعد از خود اور اپنی مرضی سے پاکستان کے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونے کی جدوجہد کر رہا ہے جس کا آغاز اس وقت ہوا تھا جب کہ ابھی نہ پاکستان قائم ہوا تھا اور نہ ہی حکومت آزاد کشمیر معرضِ وجود میں آئی تھی لیکن اس ٹھوس حقیقت کے برعکس کوتاہ بینی کی بنا پر یہ تاثر دیا گیا کہ کشمیر پر پاکستان کا اپنا ایک علیحدہ حق ہے کیونکہ پاکستان کے کچھ مفادات کشمیر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس کا نتیجہ بالکل وہی ہوا جو بڑی طاقتیں پیدا کرنا چاہتی تھیں یعنی یہ سوال پیدا کر دیا گیا کہ آیا کشمیر پر پاکستان کا زیادہ حق ہے یا بھارت کا، اور کہ مسئلہ لوگوں کی آزادی کا نہیں زمین کا تنازعہ ہے اس سلسلہ میں یہ دو باتیں کہی گئیں، کہ

اولاً تو بھارت ایک بڑا ملک ہے اور کشمیر کے بڑے حصے پر اس کا قبضہ بھی موجود ہے۔

دوسری یہ کہ دوسرے ممالک کو اس بات میں بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ کشمیر کو ایک بڑے ملک سے چھڑا کر دوسرے چھوٹے ملک کے حوالہ کر دیں۔

بس اس طرح یہ قصہ اس نتیجے پر پہنچ کر بظاہر ختم ہو گیا۔ حالانکہ حق والوں کی تحریکیں یوں ختم نہیں ہوا کرتیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس حقیقت کو سرے سے فراموش کر دیا گیا کہ کشمیر میں مسلمان بدستور دو قومی نظریئے کے تحت زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہیں اور ان کے نزدیک یہ کفر و اسلام کا مسئلہ ہے وہ لوگ گذشتہ چالیس سال سے سرگرم عمل ہیں۔ اگرچہ تحریک پاکستان نے کشمیر کی جنگِ آزادی کو ریاست کی حدود سے نکال کر لامحدود کر دیا اور یہ جنگ اتحاد عالمِ اسلامی کی منزلِ مقصود کا سنگِ میل بن گئی تاہم بنیادی طور پر یہ کشمیریوں کی اپنی جنگ تھی اور یہی تصور کا ناپید کیا جانا آگے چل کر ایک ایسی سیاسی فرو گذاشت بن گئی۔ جس کی سزا ساری قوم اب تک بھگت رہی ہے اور جانے کب تک اس کا مداوا نہ ہو سکے۔ اس غلطی کے عمل کے دوران میں بہت سی ناقابلِ برداشت اور دردناک باتیں ہوئیں جن کا آخری شاہکار یہ تھا کہ ریاست میں مسلمانوں کی عقیدت و محبت کی علامت اور تحریک تکمیل پاکستان کے مظہر چودھری غلام عباس خان مرحوم و مغفور کو ایڈز کے ذریعے رسوا کرنے کی شرمناک کوشش کی گئی تاکہ کشمیریوں کے مقدس مشن کو پامال کر دیا جائے لیکن زمانے نے دیکھا کہ ایسی اہانت آمیز مذبوحی حرکتیں کرنے والے لوگ خود ہی کہیں کے نہ رہے اور حالات نے انہیں پاتال کی گہرائیوں میں جھونک دیا۔ اس طرح جو لوگ بھی یہ دلیل دیتے ہیں کہ کشمیر کی آزادی کے لیے پاکستان کو خود کوئی قدم اٹھانا چاہیئے انہیں یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اس بات میں ایک تو پھر وہی قباحت ہے جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے دوسرے یہ کہ پاکستان کو کھینچ تان کر اس میں پھر ملوث کرنے کے دو ہی معنی ہو سکتے کہ ہم خدانخواستہ پاکستان کو خطرہ میں ڈالنا چاہتے ہیں یا یہ کہ ہم خود بزدل اور بے حمیت ہیں اور کشمیر کی آزادی کے کٹھن کام میں نااہل محض ہیں اور کسی بدترین احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں لیکن میں اس بات کو واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ کشمیر کی آزادی بوجوہ حکومت پاکستان کے بس کا کام نہیں ہے۔ حکومت اگر چاہے تو ہماری مادی امداد کر سکتی ہے۔ لیکن وہ بھی چونکہ خطرہ مول لینے کے مترادف ہے اس لیے میں یہ مشورہ بھی نہیں دے سکتا۔ دوسرے یہ کہ ہمارے اپنے اندر چونکہ خدا کے فضل و کرم سے وہ تمام مطلوبہ صلاحیتیں موجود ہیں جن کی قوموں کو ایسے حالات میں ضرورت ہوا کرتی ہے تو جب تک ان صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر آزما نہیں لیا جاتا۔ یہ کہنا کہ ہمیں خود کچھ نہیں کرنا چاہیئے۔ محض لاعلمی بے یقینی، نادیدہ خوف، تساہل پسندی، تن آسانی اور حقیقت کی ہمہ گیری کے فقدان کی بین دلیل ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ حکومت پاکستان ہماری راہ میں حائل نہ ہو کیونکہ ہم پاکستان کے خلاف

(باقی ص ۱۴ پر)

توبہ کس وقت تک قابلِ قبول ہے

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم، اے (عربی، علوم اسلامیہ۔ اردو)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَبْدًا اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ! اَذْنَبْتُ فَاغْفِرْہُ، فَقَالَ رَبُّہٗ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِہٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ، ثُمَّ مَلَثَ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْہُ۔ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِہٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَلَثَ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا اٰخَرَ فَاغْفِرْہُ لِیْ، فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِہٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَا شَاءَ۔

(رواہ بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ کے کسی بندہ نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ سے عرض کیا۔ اے میرے مالک! مجھ سے گناہ ہوگیا مجھے معاف فرما دے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا اور اس کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رُکا رہا اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ سے عرض کیا اے میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا تو اس کو بخش دے اور معاف فرما دے، تو اللہ تعالےٰ نے پھر فرمایا کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہ، قصور معاف بھی کر سکتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے۔ میں نے اپنے بندہ کا گناہ معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رُکا رہا اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا، اور پھر اللہ تعالےٰ سے عرض کیا۔ اے میرے مالک! مجھ سے اور گناہ ہو گیا تو مجھے معاف فرما دے اور میرا گناہ بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر ارشاد فرمایا کیا میرے بندے کو یقین ہے کہ اس کا کوئی مالک و مولیٰ ہے جو گناہ معاف بھی کر دیتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ اب اس کا جو جی چاہے کرے۔"

تشریح اس حدیث میں آپؐ نے بار بار گناہ اور بار بار استغفار کرنے والے جس بندہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے بعض شارحین کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ آپؐ ہی کا کوئی امتی ہے اور ممکن ہے کہ پہلے نبیوں میں سے کسی کا امتی ہو بلکہ بقول مولانا محمد منظور صاحب "زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ کسی خاص اور معین واقعہ کا بیان نہیں ہے بلکہ ایک کردار کا بیان ہے۔ اللہ تعالےٰ کے لاکھوں کروڑوں بندے ہوں گے جن کا حال اور کردار یہی ہے کہ اللہ اور آخرت پر ایمان کے باوجود ان سے گناہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر وہ نادم و پشیمان ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں اور اس کے بعد بھی ان سے بار بار گناہ سرزد ہوتے ہیں اور وہ ہر بار سچے دل سے استغفار کرتے ہیں۔ ایسے بندوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا یہی کریمانہ معاملہ ہے جو اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آخری دفعہ کے استغفار اور اس پر معافی کے اعلان کے ساتھ فرمایا گیا ہے "غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَا شَاءَ" یعنی میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اب جو چاہے کرے) اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اب اس کو گناہوں کی بھی اجازت دے دی گئی۔ بلکہ ان الفاظ میں بندہ کے مالک و مولیٰ کی طرف سے صرف اس لطف و کرم کا اعلان فرمایا گیا ہے کہ اے بندے تو جتنی بار بھی گناہ کرکے اس طرح استغفار کرتا رہے گا۔ میں تجھے معاف دیتا رہوں گا۔ اور تو اپنے اس صادق اور مومنانہ استغفار کی وجہ سے گناہوں کے زہر سے ہلاک نہ ہوگا۔ بلکہ یہ استغفار ہمیشہ تریاق کا کام کرتا رہے گا۔

تصدق اپنے خدا کے جاؤں کہ پیار آتا ہے مجھ کو اتنا
ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے دمبدم عنایت

کس وقت تک کی توبہ قابلِ قبول ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ کی کیفیت شروع نہ ہو۔

تشریح موت کے وقت جب بندہ کی رُوح جسم سے نکلنے لگتی ہے تو حلق کی نالی میں ایک قسم کی آواز پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے عربی میں "غرغرہ" اور اردو میں "خرّہ چلنا" کہتے ہیں، اس کے بعد زندگی کی کوئی آس اور امید نہیں رہتی، یہ موت کی قطعی اور آخری علامت ہے۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ "غرغرہ" کی اس کیفیت کے شروع ہونے سے پہلے پہلے بندہ اگر توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ غرغرہ کی کیفیت شروع ہونے کے بعد آدمی کا رابطہ اور تعلق اس دنیا سے کٹ کر دوسرے عالم سے جُڑ جاتا ہے۔ اس لئے اس وقت اگر کوئی کافر اور منکر ایمان لائے یا کوئی

(باقی صـ۱۶ پر)

خیر و برکت کا منبع

مدرسہ خیر المدارس ملتان

جہاں سے دینی علوم کا سرچشمہ جاری ہے

ایک تعارف ◎ ایک جائزہ

واجد ایم اے۔

اس عالم کی تزئین میں ایسے ان گنت اہلِ ہمت کا خونِ جگر صرف ہوا ہے۔ جنھوں نے اپنے ذاتی غم کو غمِ کائنات کا رنگ دے دیا اور اپنی ذاتی مشکلات و مصائب سے پوری انسانیت کی تکالیف اور پریشانیوں کا احساس کیا اور پھر ان مصائب و آلام کے تدارک کی خاطر پوری زندگی سرگرمِ عمل رہے۔ روز مرہ کی زندگی میں قدم قدم پر ایسے واقعات بکھرے پڑے ہیں۔ تاریخ عالم کے اوراق ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں کہ ایک مریض نے مرض کی شدت سے گھبرا کر پوری دنیا کی شدتِ الم کا احساس کیا اور اس مرض کے استیصال کے لیے اپنی خدمات انجام دیں۔ جن سے پورے جہان کے مریض مستفید ہوئے چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ چیچک سے مہلک اور موذی مرض کا ٹیکہ ایسے انسان نے دریافت کیا جو ذاتی طور پر خود اس مرض کا زخم خوردہ تھا۔ اسی طرح اندھوں اور بہروں کی فلاح کے لیے انجمن کا قیام ایک ایسی اندھی خاتون کی تحریک پر عمل میں آیا جو ذاتی طور پر اندھے پن کے صدمات کا شکار رہی اور اس طرح اندھوں کے لیے طریق تعلیم کے اصول و قواعد وضع کرنے کا سہرا بھی ایک اندھی خاتون کے سر ہے۔ علیٰ ہٰذالقیاس دنیا میں ایک دکھی انسان جب اپنے دکھ سے پوری، کائنات کے دکھے دلوں کا احساس کرتا ہے۔ تو ایک طرف تو اس میں قوتِ برداشت بڑھ جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ ان عوارض اور حالات سے برسرِ پیکار ہو جاتا ہے جو انسانیت کے راحت و آرام کی راہ میں کوہ گراں بنے ہوئے ہیں۔ اپنی اور انسانیت کی بھلائی کا خیال اس کی مساعی کو تیز تر کر دیتا ہے اور وہ کسی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دنیا میں ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جو درد کی حد سے گزرنے کو ہی اس کا درمان سمجھتے ہیں اور مشکلات کے زیادہ ہونے اور تکالیف اٹھانے کے عادی ہونے ہی میں ان پریشانیوں اور رنج و غم کا علاج ڈھونڈتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ ان صاحبانِ دل اور اولوالعزم انسانوں کی گردپا کو بھی نہیں پہنچ سکتے جو اپنی ذات اور پوری کائنات کی تہذیب و ترقی کے لیے مظاہرِ فطرت اور حالات کے خلاف مسلسل جہاد میں مصروف رہتے ہیں اور اس رنج و الم کے گھر کو گہوارۂ امن و عافیت بنانے میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک صرف کر دیتے ہیں۔ ایسی ہی ایک شخصیت ہمارے ملتان میں "مولانا خیر محمد جالندھری" کے نام سے موجود ہے ان کی خدمات دینی علوم کے میدان میں کتنی عظیم الشان ہیں۔ اس بات کا بیّن ثبوت وہ عظیم ترین ادارہ ہے جو ان کی ذاتی کوششوں، اور جماعتی کاوشوں کا حسین ترین ثمرہ ہے۔ یہ ادارہ "خیر المدارس" کے نام سے تعلیمِ دین کی اشاعت میں بھرپور حصہ لے رہا ہے۔ جس کی تاسیس کو آج ۳۵ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اور اب یہ ادارہ روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

مدرسہ کے بانی اور مہتمم

مولانا خیر محمد نے اس ادارہ کی بنیاد کیوں اور کیسے رکھی۔ کون سے ایسے حالات تھے۔ جنھوں نے ایک دینی ادارہ کے قیام کا تصور دیا۔ یہ ایک لمبی بحث اور طولانی قصہ ہے۔ تاہم یہ ایک بنیادی وجہ ہے کہ مولانا کو اپنی تعلیم کے حصول میں جتنی تکالیف برداشت کرنا پڑیں اور جتنے علاقوں کی خاک چھاننا پڑی۔ اس زحمت اور مصیبت نے ان کی رہنمائی ایک ایسا مرکزی اور عظیم الشان، ادارہ قائم کرنے کی طرف کی۔ جہاں سے دینی علوم کے طلبا بغیر کسی رنج و مصیبت اور پریشانی کے اپنی پیاس بجھا سکیں۔ آپ ۱۳۱۲ھ میں جالندھر کے مردم خیز خطہ میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں تعلیم شروع کی اور سولہ سال مسلسل حصول تعلیم کے لیے جگہ جگہ پھرتے رہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور کے حافظ پیرو اور اپنے ماموں میاں شاہ محمدؒ سے حاصل کی۔ گیارہ سال کی عمر میں نکودر ضلع جالندھر کے مدرسہ عربیہ رشیدیہ میں داخلہ لیا اور عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر چار پانچ سال تک مدرسہ رائے پور گوجراں میں عربی صرف و نحو اور فقہ ادب کی کتابیں پڑھیں ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند گئے اور اس سال گنجہ ضلع گجرات کے مشہور عالم مولانا سلطان احمد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے گلاوٹھی ضلع بلندشہر کے مدرسہ منبع العلوم میں داخلہ لیا۔ یہاں سے علم و ہیئت و ہندسہ اور دیگر علوم کی تحصیل کی اور دوبارہ پھر مولانا سلطان احمد کی خدمت میں حاضر ہو کر تفسیر اور حدیث پڑھنے لگے ۱۳۳۲ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم سرائے خام بریلی میں داخل ہوئے اور تین سال تک وہاں زیرِ تعلیم رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔ چھوٹی عمر میں دولتِ علم کی تلاش میں یوں مارے مارے پھرنا اور مشکلات برداشت کرنا یہی ایک ایسا واقعہ ہے۔ جس نے مولانا کو ایک معیاری دینی درس گاہ قائم کرنے کا تصور دیا۔

مدرسہ خیر المدارس کا قیام

مولانا ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی سے فارغ التحصیل ہوئے تو اساتذہ کے ارشاد کی تعمیل میں اور کچھ تجربہ کے حصول کی غرض سے مختلف مدارس میں مدرس رہے اور درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بالآخر انھوں نے اپنے روحانی پیشوا حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے اپنی دیرینہ خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ انھوں نے نہ صرف آپ کو مدرسہ قائم کرنے کی اجازت دی۔ بلکہ اس کی سرپرستی بھی قبول فرمائی۔ آج سے ٹھیک ۳۶ سال قبل اس مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ ابتداء میں یہ مدرسہ پنجاب کے مشہور شہر جالندھر میں قائم ہوا۔ اور ۱۹ شوال ۱۳۴۹ھ بمطابق ۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو مسجد عالمگیری میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ اس وقت مولانا کے ساتھ ان کے شاگردِ رشید مولانا محمد علی جالندھری اور ان کے رفیق کار مولانا محمد خدابخش مرحوم ابتدائی طور پر مدرسین اور منتظم مقرر ہوئے۔ ایک سال بعد مولانا خدابخش مرحوم اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اور مولانا محمد علی جالندھری سیاسیات میں دلچسپی لینے لگے۔ چنانچہ مولانا اکیلے رہ گئے۔ اس وقت مدرسہ میں طلباء کی کافی تعداد داخل ہو چکی تھی۔ چنانچہ مولانا نے مدرسہ کا اہتمام اپنے ذمہ لے لیا اور مہتمم کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تاحال اسی عہدۂ جلیلہ پر فائز ہیں درس و تدریس کے لیے دیگر علماء اور مدرسین کی

تاریخ آغاز و تکمیل مسجد خیر المدارس

مسجد خیر المدارس نور کی تصویر ہے
صالح فکر و عمل کی دل نشیں تعبیر ہے

ابتدا ہے خوشنما خیر المساجد سے عیاں
انتہا اس سے بڑھ کر موجب توقیر ہے

معجزہ ہے مسجد خیر المدارس (۱۳۸۷ھ) دیکھئے
اسکے نظارے میں باغ خلد کی تاثیر ہے

عیسوی تاریخ ہے "خوش ساخت" (۱۹۶۷ء) ہاتف نے کہا
اور ہجری سال اس کا "بہترین تعمیر" ہے
۱۳۸۷ھ

مضطر گجراتی مرحوم

خدمات حاصل کی گئیں۔ اور یہ مدرسہ تھوڑے ہی دنوں میں اتنی ترقی کرگیا کہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے بعد سابق سندھ پنجاب اور سرحد کے لیے ایک مرکزی مدرسہ کی حیثیت اختیار کرگیا۔

اسی دوران پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور پنجاب تقسیم ہوگیا۔ جالندھر شہر بھارت کے حصّہ میں آیا۔ اس لیے وہاں سے مسلمانوں کو ترکِ وطن کرکے پاکستان آنا پڑا اور یوں یہ مدرسہ وقتی طور پر بند ہوگیا۔

مدرسہ کی نشاطِ ثانیہ

تقسیم وطن کے بعد مولانا خیر محمّد ملتان کے علمی اور تہذیبی مرکز میں چلے آئے اور یہیں ۸ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مدرسہ خیرالمدارس کی نشاطِ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ یوں تو پاکستان میں پہلے بھی دینی مدارس قائم تھے۔ لیکن مدرسہ خیرالمدارس کی انتظامیہ کے خلوص اور سرپرستوں کی جدّوجہد سے مدرسہ نے یہاں بھی مرکزی حیثیت اختیار کرلی اور بہت جلد پاکستان کے طول و عرض میں اپنی امتیازی حیثیت کے لیے مشہور ہوگیا۔ اور مغربی پاکستان کے اکثر و بیشتر دینی مدرسوں نے اس کے ساتھ الحاق کرلیا۔ چنانچہ ان مدارس کا انتظامی اور امتحانی الحاق مدرسہ خیرالمدارس نے قبول کرکے ان کی بہتری کے لیے بھی کوششیں شروع کیں اور آج تقریباً ۱۹ دینی مدرسوں کے امتحانات اور دیگر انتظامات کی ذمّہ داری براہِ راست اس مدرسہ پر ہے۔ عقائد کے لحاظ سے یہ مدرسہ مولانا محمّد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی، مولانا رشید احمدؒ گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مشرب و مسلک کا پیرو ہے۔ اور مدرسہ کے ارکان عہدداران کے انتخاب اور مدرّسین کے عمال تقرر میں اس امر کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

نظم و نسق اور مالیات

مدرسہ ایک رجسٹرڈ ادارہ ہے۔ جس کا نظم و نسق پاکستان بھر کے جیّد علماء اور مقتدر بزرگان دین کی مجلس شوریٰ کے سپرد ہے۔ شوریٰ کا اجلاس سال میں ایک مرتبہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ درمیانی عرصہ میں مجلس شوریٰ کے اختیارات منتخبہ مجلس عاملہ کو حاصل ہیں۔ مدرسہ کا سالانہ بجٹ تقریباً سوا لاکھ روپیہ ہے۔ ۳ر فروری ۶۵ء سے ۱۲ر جنوری ۱۹۶۶ء تک ایک لاکھ بارہ ہزار ۳۳۳٫۶۹ روپے کل آمدنی تھی اور اس سال کا کل خرچ ایک لاکھ گیارہ ہزار ۲۱٫۷۵۵ روپے تھا۔ اس ساری آمدنی کے ذرائع زکوٰۃ خیرات صدقہ فطرانہ، عطیات اور چرم قربانی ہیں۔ جو علم دوست اور دین پسند حضرات وقتاً فوقتاً مدرسہ کے لیے دیتے رہتے ہیں۔ اس میں مدرسہ کی مستقل آمدنی ۲۵ ہزار روپیہ بھی شامل ہے۔

مدرسہ کی اہم خصوصیّت

اس مدرسہ کی اہم ترین خصوصیّت یہ ہے کہ یہ مدرسہ پاکستان بھر میں اس لحاظ سے بے نظیر ہے۔ کہ اس میں جہاں ایک طرف نوجوان طلباء کو درسِ نظامی کی تکمیل کرائی جاتی ہے۔ اور انھیں دین کی خدمت کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ وہاں مسلمان عورتوں کی رہنمائی کے لیے مسلمان بچیوں کو بھی درسِ نظامی کی باقاعدہ اور مکمّل تعلیم دی جاتی ہے۔ طلبا اور طالبات کے لیے الگ الگ شعبے قائم کئے گئے ہیں جن میں ماہر اور تجربہ کار اساتذہ اور معلمات، درس و تدریس کی خدمات بڑی تندہی سے انجام دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ابتدائی طور پر بھی چھوٹے بچّوں اور بچیوں کی تعلیم کے لیے پرائمری سکول اور مدرسہ دینیہ تعلیم النساء قائم کیے گئے ہیں۔ درجہ حفظ میں اور درسِ نظامی کے طلباء کے لیے قرأت و تجوید کا باقاعدہ انتظام ہے۔ پرائمری سکولوں میں قرآن اور دینیات کی تعلیم لازمی طور پر دی جاتی ہے اور طلباء اور طالبات کی سیرت و اخلاص پر خاص توجّہ دی جاتی ہے اور انھیں معاشرہ کے لیے مفید شہری بنانے اور اسلامی علوم و فنون سے روشناس کرانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اس سال درسِ نظامی کے طلبا کی تعداد ۲۴۰ اور طالبات کی تعداد ۳۲، رہی۔ اس وقت ۴۴ اساتذہ اور معلمات کام کر رہے ہیں اور امورِ تعمیرات، مطبخ، صفائی اور حصول چندہ کے لیے ۱۴ ملازمین کی خدمات مدرسہ کو میسّر ہیں۔ ان سب کی تنخواہوں کا کفیل مدرسہ ہے۔ مدرسہ کا اپنا دارالاقامہ ہے۔ جس میں تقریباً ۳ سو طالب علم بیک وقت رہائش رکھتے ہیں۔

جامع خیر المساجد

مدرسہ کے وسیع صحن میں ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر انتظامیہ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ دینی تقریبات اور عبادت کی ادائیگی کے لیے مساجد تو ہر مسلمان کی اہم ضرورت ہیں۔ لیکن ایک دینی مدرسہ میں مسجد کا نہ ہونا بڑی عجیب بات ہے۔ لیکن حالات اور واقعات نے اس مدرسہ کو ۱۴ سال تک مسلسل، بے مسجد رکھا اور مدرسہ کے طلبہ اور اساتذہ بغیر مسجد کے کھلے میدان میں نماز ادا کرتے رہے۔ پھر حالات نے یکایک پلٹا کھایا اور انتظامیہ نے ایک رفیع الشان مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یہ مسجد علاقہ بھر کی سب سے بڑی مسجد ہوگی۔ اس کا طول ۱۳۵ فٹ اور عرض ۱۰۵ فٹ ہے اور دس ہزار نمازیوں کے لیے بیک وقت نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔ مدرسہ کی نسبت سے اس مسجد کا نام بھی "جامع خیرالمدارس" رکھا گیا ہے۔ یہ مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔ اور اس پر ایک لاکھ بارہ ہزار ۸۲۹ روپے صرف ہوئے ہیں۔ انتظامیہ کی طرف سے اس کی تکمیل پر مزید اتنی رقم خرچ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

دارالافتاء اور کتب خانہ

مدرسہ نے اپنی مرکزی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے ایک بڑا اچھا کتب خانہ اور دارالافتاء قائم کیا ہے۔ دارالافتاء میں مقامی اور باہر سے آنے والے حل طلب اور دینی مسائل کا شافی اور تسلّی بخش جواب دیا جاتا ہے۔ فتویٰ ایک بہت بڑی ذمّہ داری ہے۔ چنانچہ مدرسہ نے یہ ذمہ داری بھی بزرگ مفتی محمد عبداللہ صاحب کے سپرد کی ہے۔ مہتمم مدرسہ مولانا خیر محمّد بھی اس سلسلے میں ذاتی دلچسپی لیتے ہیں۔ سال گذشتہ میں کل ۸ سو فتاویٰ جاری کیے

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

سرمایہ داری اور لادینیت کے مقابلے میں

حکمتِ ولی اللّٰہی کی افادیت

از: شیخ بشیر احمد بی اے جنرل سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان لاہور

مولانا عبیداللہ سندھیؒ

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی (نوّر اللہ مرقدہٗ) قدرت سے وہ دل و دماغ لے کر آئے تھے جو بہت کم انسانوں کو نصیب ہوتا ہے چنانچہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں کہ:

”مولانا عبیداللہ سندھیؒ زکی الطبع اور سمجھ بوجھ والے جفاکش اور محنتی ابتدار عمر سے واقع ہوئے تھے حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز ان کی ذکاوت اور علمی دلچسپی اور استقامت ہی کی بنار پر اُن سے بہت زیادہ مانوس رہتے تھے۔“

(زمزم ۱۹ر مارچ ۱۹۴۵ء)

بچپن ہی میں اسلام قبول کرنے کے بعد دیوبندی مسلک پر قرآن کریم، حدیث، فقہ، فلسفہ وغیرہ کا مطالعہ کیا جس میں دیوبندی سیاست سے بھی آپ کا خاص تعلق پیدا ہو گیا چنانچہ اس سلسلے میں آپ کو اپنے استاد جلیل حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہ العزیز کے ایمار پر ۱۹۱۵ء میں افغانستان جانا پڑا۔ وہاں سے چند سال کے قیام کے بعد نکلے تو روس سے ہو کر گزرنا پڑا۔ اس سفر کے دوران میں

روسی انقلاب کا مطالعہ

حضرت مولاناؒ نے روس کے اس وقت کے نئے انقلاب کا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا اور اس انقلاب کی لادینیت

لادینیت کا خطرہ

کے خطرہ کو اس قدر محسوس کیا کہ اپنے اتحاد اسلام کے پروگرام کو، جسے لے کر آپ ”ہند“ سے نکلے تھے، چھوڑ کر اس فکر میں لگ گئے کہ انسانی فطرت کے اس طبعی تقاضے۔ دینیت — پر اس نئے انقلاب کا جو تباہی انگیز اثر پڑ رہا ہے، اس کا سدِّباب کس طرح کیا جائے۔ وہ سکھ دھرم سے تو پیدائشی تعلقات کی بنار پر واقف ہی تھے، گو اس کا چولا اپنے قامتِ بالا پر تنگ پا کر اتار چکے تھے، لیکن اب اُن کا محبوب اسلام ہی، جس کی خاطر وہ برسوں سے مصائب برداشت کر رہے تھے اور جس میں انہیں انسانیت کی نجات نظر آتی تھی، خطرے میں پڑ گیا تھا۔ انہوں نے روسی اشتراکیت کے مطالعے کے بعد اس کے دو بنیادی اصول معین کر لئے:۔

روسی اشتراکیت کے دو بنیادی اصول

۱۔ سرمایہ داری کا استیصال
۲۔ لادینیت

امام ولی اللہ دہلوی کی تعلیمات لادینیت کے مقابلے میں!

اب جو انہوں نے اسلام کی ترجمانی کرنے والے مختلف مسالک کا تجزیاتی مطالعہ کیا تو حجۃ اللہ علی العالمین، حضرت امام الحکمۃ، امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو اپنی اُس وقت کی پوزیشن میں کافی اطمینان بخش پایا۔ چنانچہ وہ روس سے نہ صرف اپنا ایمان سلامت لے آنے میں کامیاب ہوئے بلکہ جن روسی رہنماؤں سے عرصہ تک مکالمات ہوتے رہے انہیں بھی ایک حد تک اسلام کی برتری کے قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

امام ولی اللہ دہلویؒ اس دَور کے مجدّد ہیں

امام ولی اللہ دہلویؒ کے ذریعے سے اس عظیم الشان کامیابی کے حصول نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ اگر وہ پہلے حضرت امام الحکمۃ کو محض ایک فلسفی سمجھتے تھے تو اب انہیں ایک مجدّد سمجھنے پر مجبور ہو گئے جو اس دَور کے لئے ایک پیام لے کر آئے تھے۔

جب حضرت مولانا ٹرکی میں مقیم ہوئے تو انہیں اپنے گذشتہ تجربات پر غور و فکر کرنے کا موقع ملا۔ یہاں انہوں نے ٹرکی کے انقلاب کا بھی بہت گہرا مطالعہ کیا اور اس میں بھی لادینیت کے جراثیم پائے۔ اب یہ شعلہ فشاں مسئلہ پوری قوت کے ساتھ ان کے سامنے آگیا کہ جس لادینی انقلاب کے سامنے بخارا کی مذہبیت اور ٹرکی کی صدیوں کی سیاست نہ ٹھہر سکی، اس کا سدِّباب کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت کے مطالعے کے بعد ایک گونہ اطمینان ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مسئلے کی اہمیت بھی پوری شدّت کے ساتھ ان کے سامنے آ گئی تھی۔

حکمۃ ولی اللّٰہی کے متعلق سوالات

آخر مکّہ مکرّمہ کے بارہ سال کے قیام میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس لادینی سیلاب میں اپنے آخری سہارے، یعنی حکمت امام ولی اللہ دہلویؒ کا ہر پہلو سے مطالعہ کیا۔ کیا یہ حکمت اسلام کی پوری ترجمانی کرتی ہے؟ کیا یہ حکمت انسانیت کے مختلف طبقات میں کوئی ربط پیدا کرتی ہے؟ کیا یہ حکمت تاریخ انسانیت کے مختلف ادوار میں کوئی تناسب قائم کرتی ہے؟ کیا یہ حکمت انسانیت کے طبعی تقاضوں کو سمجھتی اور انہیں پورا کرتی ہے؟ اور کیا یہ حکمت دورِ حاضر کے مسائل حل کرتی ہے؟ یہ اور اسی قسم کے خدا جانے کتنے سوالات حضرت مولانا کے ذہن میں آئے۔ جن کے حل کے لئے انہوں نے حکمت ولی اللّٰہی کو اچھی طرح اور پوری طرح کھنگال ڈالا اور اس سلسلے میں انہیں جس جس چیز کی ضرورت پیش آئی بالعموم قدرتِ خداوندی

اس کی فراہمی کا سامان ساتھ ساتھ کرتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ حکمۃ ولی اللٰہی کے "حافظ" ہو گئے۔ چنانچہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مذکورہ بالا مضمون ہی میں فرماتے ہیں، کہ:-

"ابتدا ہی سے ان کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصانیف سے بہت شغف تھا، مرحوم ان کتابوں اور رسائل کو بغور اور جد و جہد کے ساتھ مطالعہ کیا کرتے تھے تا اینکہ اکثر مضامین ان کتب کے ان کو ازبر ہو گئے تھے۔"

حکمت ولی اللٰہی کی افادیت

اب انہیں اس مطالعے سے اپنے تمام سوالات کے جوابات مل گئے اور نہایت تسلی بخش مل گئے۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ:-

حکمۃ ولی اللٰہی اسلام کی پوری پوری ترجمانی کرتی ہے۔ لیکن صرف اس دَور کی جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے شروع ہو کر امیرالمومنین حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کی شہادت پر ختم ہوتا ہے یہ حکمت انسانیت کی وحدتِ کامل کی مدعی ہے۔

یہ حکمۃ تاریخ انسانیت میں نہایت اطمینان بخش ربط پیدا کرتی ہے اور ساری تاریخ انسانیت کو ایک وحدت سمجھتی ہے جس کے مختلف اجزا کی تاریخیں حصّہ ہیں۔ بلکہ ہر دَور کی حکمت جداگانہ مقرر کر کے ان سب حکمتوں کو ایک کل کا جزو بناتی ہے۔

یہ حکمت انسانیت کے طبعی تقاضوں کو خوب سمجھتی ہے اور انہیں کامل طور پر پورا کرتی ہے۔

یہ حکمت نہ صرف دَورِ حاضر کے موجودہ مسائل حل کرتی ہے بلکہ انسانیت کے خاتمے تک کے مسائل کے حل کی طرف واضح اشارات کرتی ہے۔

یہ حکمت کائنات، انسانیت اور انسان کا ایسا تجزیہ کرتی ہے کہ ان کے تمام اجزا نہایت خوبصورتی کے ساتھ باہم مربوط نظر آتے ہیں۔ اور اس کے ذریعے سے ساری دنیا کی اقوام آپس میں مل سکتی ہیں۔

یہ حکمۃ اسلام کے مختلف مسالکِ فکر میں بھی ایک ربط پیدا کرتی ہے۔

حکمۃ ولی اللٰہی کے دو بڑے اجزاء

ان سب باتوں کے مطالعے کے بعد حضرت مولانا نے حتمی اور یقینی طور پر سمجھ لیا کہ حکمۃ ولی اللٰہی کے دو بڑے اجزا حسب ذیل ہیں:-

۱- سرمایہ داری کا قطعی استیصال۔
اور ۲- اس کے ساتھ دینیت کا ربط۔

حکمت ولی اللٰہی کے داعی

ان عظیم الشان حقائق کے معلوم ہونے کے بعد ناممکن تھا کہ حضرتِ مولاناؒ جیسا حکیم مزاج حکمۃ شناس انسان امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمۃ عالیہ کا داعی نہ بن جاتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اواخر ۱۹۴۰ء میں اپنے عزیز دوست مولانا غلام رسول صاحب مہر کو جو خود نوشت حالات لکھ کر بھیجے ان میں امام الحکمۃ، امام ولی اللہ دہلویؒ کو حکمۃ میں "مجتہد مستقل" قرار دینے کے بعد لکھا کہ ہند میں آنے کے بعد "میرا محبوب مشغلہ فلسفہ امام ولی اللہؒ کی تعلیم و اشاعت ہوگا۔"

اور پھر ہند میں واپس تشریف لانے کے چار ہی ماہ بعد جمعیۃ علماء بنگال کے اجلاس میں جو خطبہ دیا اس میں یہ بھی فرمایا کہ:-

"آج میں یہ تصریح کرنے کے لئے آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں کہ امام ولی اللہ دہلویؒ کی حدیث و فقہ میں جس قدر ضرورت ہے اس سے زیادہ ہم ان کی حکمت و فلسفہ و سیاست سمجھنے کے محتاج ہیں میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ یورپ کا فلسفہ سمجھنے کے لئے اور انقلابی سیاست پر قابلیت کے ساتھ غور کرنے کے لئے یا اپنی قومی اور مذہبی خودی قائم رکھنے کے لئے اس امام کی کتابوں کی بے حد ضرورت ہے اس کا بدل کوئی دوسرا مصنف نہیں کر سکتا۔"

اس کے بعد آپ نے ہند میں ہر محفل میں، ہر مجلس میں، ہر درس میں، ہر ملاقات میں، غرض ہر جگہ اور ہر وقت یہی ایک فکر، یہی ایک حکمۃ پیش کی۔ اور آخری وقت تک اس کی طرف دعوت دیتے رہے اور اپنے بعد اس دعوت کو بلند رکھنے کے لئے "ولی اللہ سوسائٹی لاہور" قائم کر کے اسے اپنا جانشین چھوڑ گئے۔

بقیہ: آزادیٔ کشمیر کی تحریک المجاہد

لڑنے کا تصور تک نہیں کر سکتے اور یہی وہ امداد ہے جو ہم پاکستان سے مانگتے ہیں۔ البتہ پاکستانی مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہماری بھرپور امداد کریں اور اسی طرح دوسرے ہمدرد ممالک کے ہمدرد لوگوں سے بھی امداد ملنی چاہیئے۔ میں ایک بار پھر یہ کہوں گا کہ یہ کہنا کہ ہمیں خود کچھ نہیں کرنا چاہیئے اور حکومت پاکستان ریاست کو فتح کر کے ہمیں تھالی میں رکھ کر پیش کرے۔ قطعی طور پر پسماندہ اندازِ فکر ہے جس سے مجاہدین آزادی کی حوصلہ شکنی اور ساری قوم کی توہین ہوتی ہے بلکہ ان سازشوں کی تکمیل ہوتی ہے جن کا مقصد یہی بتانا تھا کہ کشمیری خود تو کچھ نہیں کرتے بلکہ سب شرارت پاکستان کروا رہا ہے۔

حکومت پاکستان کو ان امور و مسائل پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور و فکر کر کے یہ طے کرنا چاہیئے کہ وہ نہ تو خود اس میں ملوث ہو اور نہ ہی ہماری راہ میں حائل ہو البتہ اس سے کوئی اور مفید اور بہتر طریقہ اگر کسی کے ذہن میں ہے تو وہ معلوم ہونا چاہیئے میرے خیال میں ایسی کوئی اور قابلِ فہم بات نہیں ہے۔ ہو بھی کیسے سکتی ہے جب کہ خود پروردگار عالم نے ہی ایسے مخصوص حالات میں یہی ایک راہ بتائی ہے۔ اگر ہم مسلمان ہیں تو اس پہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اب یہی ایک راہ باقی ہے اور ہماری کامیابی کی ضمانت بھی اسی کے اندر مضمر ہے۔

مولانا سمیع الحق مدیر الحق اکوڑہ خٹک

تحدیدِ ملکیّت کا اسلامی تصوّر

پاکستان میں ان دنوں اقتصادی اور معاشی نظریات پر خوب گرما گرم بحث ہورہی ہے۔ کمیونزم، سوشلزم اور اسلام کے اقتصادی نظام کا موازنہ ہورہا ہے اور مختلف جماعتیں اپنے اپنے مکتبِ خیال کے مطابق ان نظریات کو پلیش کررہی ہیں۔ موقر جریدہ "الحق" اکوڑہ خٹک کے مدیر محترم مولانا سمیع الحق نے تحدیدِ ملکیت کے اسلامی تصوّر پر ایک فاضلانہ مقالہ تحریر کیا ہے۔ جسے افادیت کے پیشِ نظر ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے جو حضرات اس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا چاہیں۔ ان کے لیے خدّام الدین کے صفحات حاضر ہیں۔ ادارہ

الحق نہ کسی سیاسی پارٹی کا ترجمان اور نقیب ہے۔ نہ تنقید برائے تنقید اس کا شیوہ لیکن اگر وہ کتاب و سنت کی ترجمانی کا دعویدار ہے تو اس کا فرض ہے کہ جہاں اور جس پارٹی میں بھی اسے منکر نظر آئے۔ اپنی بساط کے مطابق بلا خوفِ ملامت لائم اس پر گرفت کرے اور اپنے اس جذبۂ نصیحت و فریضۂ اعلاءِ حق کو ذاتی اغراض کی، آلائشوں سے پاک و صاف رکھے۔ اس وقت ملک ایک نازک دور سے گزر رہا ہے۔ سیاسی پارٹیاں میدان میں آچکی ہیں۔ الحقّ کا کسی پارٹی کی ناجائز مخالفت کرنا جس طرح جرم ہوگا۔ اسی طرح کسی پارٹی کے ایسے کسی قول و عمل پر سکوتِ مجرمانہ بھی عنداللہ بہت بڑا جرم ثابت ہوگا جو مسلمانوں کے دینی و ملّی مزاج یا کتاب و سنت کے اصُول سے متصادم ہو اس وقت نیشنل عوامی پارٹی سرحد کے زیرِ اہتمام نکالے گئے۔ ایک جلوس کی تصویریں ہمارے سامنے ہیں۔ جو یکم جنوری کے بعد جناح پارک اور پشاور کے بازاروں سے گزرتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ یہ جلوس مردوں کا نہیں بلکہ خواتین کا ہے۔ مسلمان اور پشتون جیسے غیور اور جسور قوم کے سرکردہ قائدین کی خواتین کا ہے جو قومی و ملّی روایاتِ پردہ نشینی کا آبگینہ بازار کے چوراہوں پر چور چور کرتا ہوا گزرتا جارہا ہے۔ سیاسی شعور اور جذبۂ حریت لائقِ ستائش ہے مگر ہر عمل کا ایک دائرہ ہوتا ہے اور ابھی اس قوم پر ایسی نازک گھڑی نہیں آئی۔ جس کی خاطر نفیرِ عام کی طرح حیادار خواتین بھی میدانِ سیاست میں کود پڑیں۔ مسلمان عورت مجسّم عورت ہوتی ہے اس کی آواز اس کی جھلک اس کی پوری زندگی سراپا عصمت ہوتی ہے، پھر ایک ایسی قوم جس نے ان روایات کو اب تک اور بھی چار چاند لگا دیئے ہوں۔ ان کے ہاتھوں عورت کا مردوں کے شانہ بشانہ دوڑتے اچھلتے کودتے رہنا۔ اور سٹیج پر دادِ خطابت دینا نہایت افسوسناک اور شرمناک بات ہے۔ ہم نیشنل پارٹی کے محترم قائدین سے خالص دینی اور قومی بلکہ علاقائی روایات کا بھی واسطہ دیکر اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ آئندہ اس معاملہ میں محتاط رہیں۔ ورنہ فتنہ کا دروازہ جب چوپٹ کھل جائے گا۔ تو انھیں خود اپنے ہاتھوں اپنا سر پیٹنا پڑے گا۔ مگر تلافی کا وقت نکل چکا ہوگا۔ تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر۔

اسی جذبۂ نصح و خیر خواہی کی بناء پر "جماعت اسلامی" سے بھی ایک گزارش کرنی ہے جو ہر قومی و ملّی موڑ پر حکمتِ عملی کی آڑ میں فتنوں کا کوئی نہ کوئی دروازہ، کھول دیتی ہے۔ حالانکہ ان کے قائد مودودی صاحب کے الفاظ میں کسی مقصد کی برتری کے لیے صرف مقصد کا اعلیٰ ہونا کافی نہیں بلکہ اس تک پہنچنے کے ذرائع اور خطوط بھی بے لاگ اور پاکیزہ ہونے چاہئیں۔ مگر عملاً ہم دیکھتے ہیں کہ مقصد برآری کی خاطر جماعت نہ صرف یہ کہ طریقِ کار کی صحت کا خیال نہیں رکھتی۔ بلکہ دین کے ایک ایک اصُول کو سیاست کے خراد پر چڑھا دیتی ہے۔ اس وقت جماعتِ اسلامی کا منشور سامنے آچکا ہے۔ اس میں زراعت کے عنوان میں زمین کی ملکیّت مغربی پاکستان میں سو اور دو سو ایکڑ کے درمیان اور مشرقی پاکستان میں ایک سو بیگھہ تک محدود کردی گئی ہے۔ اور تمہید میں کہا گیا ہے کہ غیر معمولی حالات میں ایسی غیر معمولی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔ جو اسلام کے اصولوں سے متصادم نہ ہوں۔ قطع نظر اس بات کے کہ شریعت کا مذکورہ قاعدہ کن حالات اور کن غیر معمولی تدابیر پر منطبق ہوتا ہے۔ ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے نہ تو زمین کے بارے میں کسی قسم کی تحدید کی ہے اور نہ دیگر اموال و املاک میں انفرادی اور شخصی ملکیّت کی کسی قسم کی حد بندی گوارا کی ہے۔ جائز اور حلال ذرائع سے جتنی بھی ملکیت حاصل کی جائے شریعت نہ صرف اسے جائز بلکہ اللہ کی ایک نعمت قرار دیتی ہے۔ قرآن و حدیث ایسے نصوص و شواہد سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہم نہ تو حالات کی نزاکت اور وقت کی رو میں بہہ کر ان کی تاویل کرسکتے ہیں اور نہ سوشلزم کا ہوّا کھڑا کرکے اس کے ڈر سے اسلام کے کسی مسئلہ میں تحریف اور تحدید کرسکتے ہیں اسلام غیر محدُود ملکیت سے نہیں روکتا۔ البتہ وہ مالک کو اللہ اور اس کے بندوں کی حقوق کا پابند بناکر ایک خاص منصُوبہ بندی کے تحت ملکیت کی تحدید کرتا جاتا ہے۔ یہ زکوٰۃ و عشر، یہ صدقات اور ہبّات اور سب سے بڑھ کر اسلام کا قانونِ میراث تحدیدِ ملکیت نہیں تو اور کیا ہے مگر لامحدود کو محدود بنانے کا یہ منصوبہ قدرت ہی کا بنایا ہوا ہے۔ ہم اس میں نہ اضافہ کرسکتے ہیں نہ کمی۔ ہم مجرموں اور معاشرہ کی حق تلفی کرنے والوں کا ہاتھ توڑ سکتے ہیں۔ مگر انھیں کسی حلال کمائی کے ایک پیسہ سے نہیں روک سکتے۔ ہمیں حالات کا مقابلہ اور خرابیوں کی اصلاح کرنی ہے۔ مگر یہ اصلاح ایسی نہیں کہ دین کے کسی اصول پر قینچی چلاکر فساد کا ایک اور دروازہ کھول بیٹھیں۔ دین کا مسئلہ بہرحال اپنی جگہ رہے گا۔

جماعتِ اسلامی اسے ہماری ناعاقبت اندیشی سمجھے یا کچھ اور ہم تو اس "حکمتِ عملی" کو بہرحال دین کے لیے زہرِ قاتل سمجھیں گے۔ اگر جماعت اسلامی غیر معمولی حالات کی وجہ سے دو سو ایکڑ تک زمین کی تحدید کو غیر معمولی تدبیر اور دین کے اصُول سے غیر متصادم سمجھتی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ کل سوشلسٹ اور کمیونسٹ اسی دلیل سے ملکیت زمین کا حق قطعی طور پر چھین کر اسے "غیر معمولی تدبیر" اور دین کے اصُول سے غیر متصادم قرار نہ دے بیٹھیں۔ اگر جماعت کی طرف سے دین کے اصول کی کوئی واضح تشریح بھی ہوجائے تو معاملہ صاف ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی چاہا اس نے کسی چیز کو اصول اور پھر جب چاہا تو "اسلام کے اصُولوں سے غیر متصادم" کا فتویٰ لگاکر اسی اصُول کو

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

بقیہ : خیر المدارس

گئے۔ مدرسہ کا کتب خانہ بھی معیاری ہے اس میں طلباء اور اساتذہ کی رہنمائی اور اعانت کے لیے بڑی اچھی اور مستند دینی کتب کا اچھا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ کتابوں کی خرید کے لیے مدرسہ نے ایک علیحدہ فنڈ قائم کر رکھا ہے اور علم دوست حضرات کے عطیات سے مزید کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کا اپنا مطبخ (باورچی خانہ) بھی ہے۔ جس میں روزانہ تین من آٹا پکتا ہے مستحق طلباء کو یہاں سے مفت خوراک مہیّا کی جاتی ہے اور ان کی دیگر ضروریات کا کفیل بھی مدرسہ ہی ہے۔

مدرسہ اہلِ علم کی نظر میں

مدرسہ کی شہرت کے پیشِ نظر اکثر اہلِ علم حضرات نے اس کا معائنہ کیا ہے۔ جن میں ملکی اور غیر ملکی علماء ادبی اور مذہبی شخصیتیں شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمّد طیّب کچھ عرصہ قبل مدرسہ میں تشریف لائے تو انھوں نے مدرسہ کی تعمیر و ترقی کو دیکھ کر جن خیالات کا اظہار کیا۔ وہ مدرسہ کی انتظامیہ کے لیے باعثِ صد افتخار ہے۔ اسی طرح جامع اظہر میں ادبِ عربی کے معتمد ڈاکٹر محمد ضحام نے مدرسہ کو اسم با مسمیٰ قرار دیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے۔ مدرسہ میں تجوید و قرأت اور درسِ نظامی کا معیار انتہائی اطمینان بخش ہے اور مجھے خاص طور پر متاثر کیا ہے۔ شام کے مشہور عالم امام کوثری کے شاگرد مولانا عبدالفتاح بن محمد ابو غدہ حلبی جب مدرسہ میں تشریف لائے تو انھوں نے اس مدرسہ کو علم و عرفان اور علوم دینیہ کا سرچشمہ اور گہوارہ قرار دیتے ہوئے مولانا خیر محمد کی مساعیٔ جمیلہ کو سراہا۔ انھوں نے خاص طور پر طالبات کی تعلیم و تربیت کو بے حد پسند کیا۔ متحدہ عرب جمہوریہ کے سفارت خانے کے ایک اعلیٰ افسر مولانا حسن حبشی نے مدرسہ کے متعلق نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مدرسہ تبلیغ و اشاعتِ دین کی بے مثال خدمات انجام دے رہا ہے۔

اس مدرسہ کے موجودہ مہتمم مولانا خیر محمّد جالندھری ناظمِ اعلیٰ مفتی محمّد عبداللہ ناظم عبدالغفور انوری اور صدر مدرس مولانا محمد شریف کشمیری ہیں آپ ریاستِ قلات میں امور مذہب کے وزیر رہ چکے ہیں اور مدرسہ دیوبند میں درس و تدریس کی خدمات بھی انجام دے چکے ہیں۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

زندگی گذاریں گے۔ اسلامی قوانین کا نفاذ ہوگا لیکن اتنا عرصہ گذرنے کے باوجود ابھی تک کچھ نہیں ہُوا۔ الٹا اسلام کے مخالفین کو تقویت پہنچائی گئی ہے۔

اب پھر امتحان کا وقت آیا ہے انتخابات ہونے والے ہیں اب آپ لوگوں نے اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دینا ہے کیا صدقِ دل سے اسلام چاہتے ہیں یا محض زبانی دعوٰی ہی کرتے ہیں۔ اب اگر ہم نے اسلام کے لئے تگ و دو نہ کی تو پھر آئندہ نسلوں کی بے راہروی کی ساری ذمہ داری ہم پر ہوگی۔ اس لئے ہمیں اسلام کی خاطر اپنے مقدور بھر کوشاں رہنا چاہئے ——

اللہ تعالےٰ ہمیں اسلام کی خدمت کی توفیق نصیب کریں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

بقیہ : توبہ کی حقیقت

نافرمان بندہ گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں قابلِ قبول نہ ہوگا۔ ایمان اور توبہ اسی وقت تک کی معتبر اور قابلِ قبول ہے جب تک زندگی کی آس اور امید ہو اور موت آنکھوں کے سامنے نہ آ گئی ہو۔ سورہ نساء کی اس مضمون کی ایک آیت اس سے پہلے نقل کی جا چکی ہے۔ حدیث کے مضمون کا ماخذ بظاہر یہی آیت ہے اور اس کا پیغام یہی ہے کہ بندہ کو چاہئے کہ توبہ کے معاملہ میں ٹال مٹول نہ کرے، معلوم نہیں کس وقت موت کی گھڑی آ جائے اور خدانخواستہ توبہ کا وقت ہی نہ ملے

بقیہ : درسِ قرآن

کے مقابلے قرآن مجید میں موجود ہیں۔ تو اس سورتِ مقدسہ میں اللہ تعالےٰ نے ان کے انکار کی وجہ بیان فرمائی کہ جب انسان دنیاوی زندگی کے مقابلے میں اخروی زندگی کو ترجیح دیتا ہے تو وہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جاتا ہے، وہ تو پھر نور کو حاصل کر لیتا ہے، وہ ہدایت کو اپنا لیتا ہے۔ لیکن جو دنیاوی زندگی کو اُخروی زندگی پر ترجیح دیتا ہے، یا اُخروی زندگی کا وہ قائل ہی نہیں رہتا، تو پھر اُسے کیا پڑی ہے کہ وہ قرآن کی طرف آئے —؟ قرآن مجید نے اسی لئے دوسرے مقام پر فرمایا۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ۡ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ (الاعلیٰ ۱۶ تا ۱۹)

حکمت عملی کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

آہ! اصول اسلام کی اس بے دردی سے پامالی، جنگِ آزادی میں جمہوریت اور پارلیمانی نظام کو لات اور منات کہا گیا ہے۔ مگر بعد میں یہی چیز اصل الاصول بن گئی ۔ عورت کی امارت اور حکومت کو ہر حال میں اسلام سے متصادم کہا گیا۔ پھر یہی چیز وقت کا اہم ترین جہاد قرار پایا۔

انتخابی جدّوجہد کو خلافِ شریعت کہا گیا پھر یہی مشغلہ روزگار بن گیا۔ مقصد کے حصول کے لیے ذرائع کی تقدیس ہرحال میں قائم رکھنے پر زور دیا گیا مگر پھر بھی اس راہ کی ہر گری پڑی چیز کو گلے سے لگاکر رفیق جادۂ منزل بتایا گیا اور اب مسئلہ ملکیت زمین میں گو (اسے عارضی کہا گیا)، ایک ایسا موقف اختیار کیا گیا۔ جس کی مخالفت خود عمر بھر کا شیوہ بنا رہا تھا۔ کالّتی نقضت غزلہا من بعد قوّۃ انکاثا معلوم نہیں جماعت کے عمائدین اس نئے اجتہاد اور حکمتِ عملی کی کیا توجیہہ کریں۔ تاویل جو بھی ہو مگر یہ نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ فلاں فلاں جماعتوں نے بھی ایسا کیا اور فلاں بزرگ نے بھی ایسا کہا ہے۔ اگر ایک چیز کا برائی ہونا ثابت ہوجائے تو اس کے وزن میں اس بات سے کمی نہیں آسکتی کہ اور لوگ بھی ایسا کرتے ہیں۔ ایسی بات تو جرائم کی تاریخ میں بھی کسی نے نہیں کہی کہ میں اگرچہ مجرم ہوں۔ مگر یہ تو ایک ایسا جرم ہے کہ ع

در شہر شما نیز کنند

اور نہ کسی عدالت نے مجرم کے اس موقف کو قابلِ تسلیم قرار دیا ہے۔ تعدیلِ صحابہ اور دیگر علمی و فقہی مسائل اور اب لاہوری مرزائیوں کے بارے میں جماعت کا یہی عذر گناہ سامنے آچکا ہے۔ مگر غلط بات غلط ہے خواہ اس کا کہنے والا کتنا بڑا آدمی کیوں نہ ہو یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ اب رہا ملکیّت شخصی کو سلب کرنا یا اُسے محدود کرنا

شہداء ختم نبوّت احرار کانفرنس

سیالکوٹ میں مورخہ ۴۔ ۵ راپریل بروز ہفتہ، اتوار۔ شہداء ختم نبوت احرار کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں ملک و ملّت کے رہنما مسئلہ ختم نبوت کی اساسی، سیاسی، مذہبی اور اسلامی نظام حکومت میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالیں گے۔ اور ان شہداء کو خراج عقیدت پیش کیا جائے گا جنہوں نے اپنی جانیں ختمِ نبوت کی شمع پر قربان کیں۔ اسی سلسلہ میں ۴ اپریل بروز ہفتہ مجاہدین احرار کا ایک عظیم الشان جلوس ۴ بجے بعد دوپہر مختلف بازاروں سے گذرے گا۔ (ناظم نشریات)

بقیہ : مراسلات

تنظیم اہلسنت پاکستان کی مرکزی مجلس مبلّغین نے اپنے اجلاس میں اس حیرت انگیز فروگذاشت کو نہایت شدّت سے محسوس کیا کہ مرکزی حکومت (وزارتِ تعلیمات) سے ہمارا مطالبہ ہے کہ مجوّزہ کمیٹی میں اہلِ شیعہ کی طرح اہلسنّت کے نمائندہ اور فارغ التحصیل علماء کو شامل کرکے سوادِ اعظم کے حقوق و مفاد کا تحفّظ کیا جائے تاکہ اس کمیٹی کا مرتّبہ نصابِ تعلیم ملک کی عظیم اور غالب اکثریت اہل سنّت کے لئے بھی قابل قبول ہو۔

(غلام قادر، سربراہ تنظیم اہلسنت ملتان پاکستان)

گوشوارہ تعلیم ۸۹—۱۳۹۰ھ مدرسہ خیر المدارس

	طلباء	طالبات	کل	مقیم دارالافتاء
درس نظامی	۱۵۱	۵۵	۲۰۶	۱۴۸ طلبا
درجہ حفظ قرآن مجید	۱۴۳	۵	۱۴۸	۴۲ ،،
درجہ ناظرہ قرآن مجید اردو دینیات پرائمری	۲۸۰	۳۰۱	۵۸۱	×
صرف درجہ قرآن مجید ناظرہ	×	۶۹	۶۹	×
ہر سہ شاخ درجہ قرآن اردو	۱۵۰	۳۵	۱۸۵	۱۰ طلبا
میزان :	۷۲۴	۴۶۵	۱۱۸۹	۲۰۰ طلبا

بوریوالہ میں علمائے حق کی تقاریر

مدرسہ عربیہ اسلامیہ بوریوالہ کا سالانہ جلسہ ۳ راپریل بروز جمعہ سے شروع ہو رہا ہے۔ اس میں مغربی پاکستان کے جلیل القدر رہنما شرکت فرما رہے ہیں — جن میں —

شیخ التفسیر مولانا شمس الحق افغانی جامعہ اسلامیہ بہاولپور مولانا مفتی محمود، مولانا مجاہد الحسینی ایڈیٹر خدام الدین مولانا ضیاء القاسمی جامعہ قاسمیہ لائل پور شامل ہیں، اور مولانا مجاہد الحسینی بروز جمعہ بعد نماز عشاء علمائے حق کے کارنامے کے عنوان سے عوام سے خطاب کرینگے

خط وکتابت کرتے وقت

اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

مولانا سیّد اسعد مدنی دیوبند تشریف لے گئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی ناظم جمعیۃ علمائے ہند اور مرکزی پارلیمنٹ کے ممبر ۱۶ر مارچ سے ۲۹ر مارچ تک مغربی اور مشرقی پاکستان کے مختلف شہروں میں حضرت مدنیؒ کے لاکھوں شاگردوں اور مریدوں سے ملاقات کرکے واپس دیوبند تشریف لے گئے۔

○

حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ حج بیت اللہ سے واپسی پر قاہرہ اور کویت سے ہوتے ہوئے پاکستان تشریف لائے تھے۔ آپ نے مغربی پاکستان میں کراچی، صادق آباد، دین پور شریف، خانپور، ملتان، لائلپور، سرگودھا، ڈھڈیاں شریف، جہلم، راولپنڈی براہ نوشہرہ، اکوڑہ خٹک، مردان، سخاکوٹ، پشاور اور لاہور کا اور مشرقی پاکستان میں ڈھاکہ اور سلہٹ کا دورہ کیا۔

○

ان مقامات میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت پانے والے جلیل القدر علماء کرام اور حضرت مدنیؒ کے خلفا، مریدین اور معتقدین، مختلف مذہبی شخصیتوں اور مشائخ کرام سے ملاقات کی۔ مولانا سید اسعد مدنی نے سخاکوٹ میں، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے نامور شاگرد اور شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے رفیق حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ سے اُن کی رہائش گاہ پر شرف زیارت و ملاقات حاصل کیا۔

○

مولانا سید اسعد مدنی ۲۹ مارچ کو ۴ بجے شام گنڈا سنگھ والا کے راستے فیروزپور سے ہوتے ہوئے دہلی اور دیوبند روانہ ہوگئے

حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی مدظلہٗ کے دورہ کی مکمّل سرگزشت

مجاہد الحسینی کے قلم سے

خدام الدین کے آئندہ شمارے سے قسط وار شروع کی جارہی ہے

درس قرآن پاک

۵ر اپریل بروز اتوار ۹ بجے دن حضرت مولانا محمد علی جالندھری مدظلہ، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مبلغ تحفظ ختم نبوت عبدالغفور غفاری۔ دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت شاہ محمد غوث بیرون دہلی دروازہ لاہور میں درس قرآن پاک دیں گے۔ (بلند اختر ناظم اعلیٰ)

کارروائی مجلسِ شوریٰ مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد نور رجسٹرڈ چنوں موم ضلع سیالکوٹ

آج مورخہ ۹ ذی الحجہ ۸۹ھ بروز پیر جامع مسجد نور میں زیرِ صدارت حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ ہٰذا مجلسِ شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں درجِ ذیل کارروائی ہوئی۔

۱۔ یہ اجلاس حضرت مولانا محمد صاحبؒ انوری لائلپوری خلیفۂ مجاز حضرت رائے پوری سرپرست مدرسہ ہٰذا کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرماوے۔

۲۔ حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب جانشین حضرت انوریؒ کو مدرسہ ہٰذا کا سرپرست بنا لیا گیا۔

۳۔ گزشتہ سال کی آمد و خرچ کی پڑتال کی گئی جو کہ کل آمد (۱۴-۲۰۵۷)، ہوئی اور کل خرچ (۶۶-۱۶۶۷)، ہوا۔ اراکین و معاونین کو عموماً اور مہتمم صاحب کو خصوصاً مبارکباد پیش کی جاتی ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے (آمین)

۴۔ آئندہ سال کے لیے متوقع آمدنی پر دس ہزار روپے کے اخراجات کی منظوری دی گئی ہے۔ جس میں مسجد کے میناروں کی تعمیر اور تیاری شامل ہے۔ نیز طے ہوا کہ آئندہ بیرونی طلباء کے لیے دونوں وقت کا کھانا مدرسہ کی طرف سے پکایا جائے۔ محلہ سے نہ لیا جاوے۔

رپورٹ محاسب

میں نے مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد نور رجسٹرڈ چنوں موم ضلع سیالکوٹ کا حساب آمد و خرچ بابت سال ۸۹-۱۳۸۸ھ پڑتال کیا اور درست پایا امسال کل آمدنی (۱۴-۲۰۵۷)، ہوئی۔ کل خرچ (۶۶-۱۶۶۷)، ہوا۔ مدرسہ ہٰذا کا حساب بہت صاف باسلیقہ اور اطمینان بخش ہے۔ چراغ الدین فاروق (بی اے سی کام آڈیٹر دفتر ڈپٹی کمپٹرولر پوسٹ ٹیلیگراف اینڈ ٹیلیفون لاہور۔

محمد شفیع ناظم اعلیٰ مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد نور رجسٹرڈ چنوں موم ضلع سیالکوٹ

۲۵۲۸

بچوں کا صفحہ

ایک شفیق باپ

قاری فیوض الرحمٰن

ایک باپ کی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حقیقی خدوخال دیکھنے ہوں تو آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی موت کا واقعہ ذہن میں لائیے۔

ایک ایسا بیٹا جو زندگی کے بالکل آخری ایام میں ملا ہو۔ جو مستقبل کی امیدوں اور آرزوؤں کا سہارا ہو، ابھی اس نے زندگی کی دو بہاروں سے زیادہ بہاریں بھی نہ دیکھی ہوں اور وہ اسی دوران اس دارِ فانی سے عالمِ آخرت کی طرف منتقل ہو رہا ہو،

ایسے بیٹے کے انتقال پہ جو غم اور صدمہ ایک شفیق باپ کو ہو سکتا ہے۔ اس کا اندازہ آپؐ کے اس فرمان سے لگائیے "اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ اِلَّا بِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَبُّنَا وَاِنَّا لِفِيْ فِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ"

"آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل مضطرب و غمگین ہے، اور (اس کے باوجود) ہم تو وہی بات کہیں گے۔ جو ہمارے رب کی مرضی کے مطابق ہو، اور ہمیں تمہاری جدائی کا ابراہیم بہت صدمہ ہے۔

لوگوں نے حضور علیہ السلام کو روتے ہوئے دیکھا تو اس پہ انہیں تعجب ہونے لگا یہ اس بنا پر نہ تھا۔ کہ بیٹے کی وفات پہ باپ کیوں رو رہا ہے۔ بلکہ اس وجہ سے تھا کہ ایک ایسا عظیم المرتبت پیغمبرؐ جس کے لئے اس کی پوری امت روحانی اولاد کا درجہ رکھتی ہے۔ ایک بچے کے انتقال پر اپنے غم والم کا یوں برملا اظہار کر رہا ہے۔ لوگ بہادر اسے سمجھتے ہیں جسے کہیں خوف لاحق نہ ہو۔ سخی اسے سمجھتے ہیں۔ جو روپے پیسے کی قدر نہ جانتا ہو، اور صابر و شاکر اسے سمجھتے ہیں۔ جو کبھی غمگین نہ ہوتا ہو حالانکہ یہ بات سرے سے ہی غلط ہے۔ اگر خوف کا احساس نہ ہو تو شجاعت و بہادری کی کیا قدر و قیمت باقی رہ جاتی ہے۔ اگر روپے پیسے کی محبت نہ ہو تو سخاوت کیا معنیٰ رکھتی ہے بعینہٖ اگر غم والم کا اثر نہ ہو تو صبر کی کیا اہمیت محسوس کی جا سکتی ہے۔

آپؐ نے لوگوں کے اس تعجب پر فرمایا "یہ تو ایک جذبہ ترحّم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل میں پیدا کر دیتا ہے۔

پھر حضرت حسنؓ کو دیکھئے، جو چہیتی بیٹی حضرتِ فاطمہؓ کا لختِ جگر ہے۔ وہ اس وقت بارگاہِ نبوت میں آتا ہے۔ جب اس کا نانا خدا کے حضور سربسجود ہوتا ہے۔ اور وہ آکر پیٹھ پر سوار ہو جاتا ہے۔ ایک ایسے مقام پر جو آپؐ کی زندگی کا سب سے اعلیٰ مقام ہے، وہاں بھی اس نبیِ رحمت کا محبت بھرا دل بچہ کی شفقت و محبت کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اور سجدے کو طویل تر کر دیتا ہے۔ اور جب ایک صحابیؓ اس طوالت کا سبب پوچھتا ہے۔ تو وہ رحمۃ اللعالمینؐ یوں گویا ہوتا ہے۔ "میرا بچہ مجھ پہ سوار تھا۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ اس کے کھیل میں خلل اندازی ہو، اس لئے میں نے سجدہ لمبا کر دیا۔"

حضرت ابراہیمؓ کے انتقال پہ غمناک نگاہیں پہاڑ کی طرف اٹھتی ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اے پہاڑ! جو مصیبت مجھ پہ ٹوٹی ہے۔ اگر تجھ پہ ٹوٹتی تو ریزہ ریزہ ہو جاتا" اور جب آپؐ کو روتا دیکھ کر حضرت اسامہؓ بن زید چیخ پڑتے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام انہیں یہ فرما کر خاموش کر دیتے ہیں۔ کہ "رونا تو جذباتِ رحمت میں سے ہے لیکن چیخ چیخ کر رونا شیطانی فعل ہے،"

اسامہؓ بن زید روایت کرتے ہیں کہ زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بچی کا انتقال ہونے لگتا ہے۔ آپؐ کو اطلاع ملتی ہے۔ آپؐ زینبؓ اسلام کہلا بھیجتے ہیں۔ اور یہ پیغام دیتے ہیں۔

"اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ وہ لے لے یا جو کچھ وہ عطا فرما دے۔ اور ہر چیز کی اس کے ہاں ایک مدت مقرر ہے۔ اس لئے اسے صبر کرنا چاہیئے۔ اور اللہ کے ہاں سے اجر کی توقع رکھنی چاہیئے"! انہوں نے دوبارہ آپ کو بلا بھیجا اور بڑی تاکید فرمائی۔ چنانچہ آپؐ صحابہؓ سمیت ان کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں جب بچی اکھڑے ہوئے سانسوں کی حالت میں آپؐ کی گود میں رکھی جاتی ہے۔ تو آپؐ رو پڑتے ہیں۔ حضور کو روتے دیکھ کر معاذؓ کے بیٹے سعد عرض کرتے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں۔ فرمایا "ہاں" یہ تو ایک شفیقانہ جذبۂ محبت و رحم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے۔ ڈال دیتا ہے۔ اور رحمتِ خداوندی کے حقدار وہی لوگ ہیں۔ جن کے دلوں کی دنیا رحم و کرم کے جذبات سے آباد ہے"!

جس دن حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوتا ہے۔ آسمان پر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ عربوں کے عقیدۂ توہم پرستی کے مطابق سورج یا چاند کو گرہن ایسے موقعوں پر ہوتا ہے۔

جب کوئی بڑا آدمی پیدا ہوتا یا مرتا تھا حضور علیہ السلام صرف ایک باپ کی حیثیت ہی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ خدا کے لاڈلے اور پیارے رسول ہونے کی حیثیت سے غلط عقائد کی بیخ کنی بھی ان کا اولین فریضہ تھا۔ فرماتے ہیں "ہرگز نہیں سورج اور چاند اللہ کی آیاتِ قدرت کی دو نشانیاں ہیں۔ ان کا گرہن لگنا کسی کی موت یا کسی کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا"!

ایک ایسا باپ جس کے دل کے سورج کو گرہن لگ چکا ہے۔ وہ غم و اضطراب کے اس عالم میں بھی نسلِ انسانی کی اصلاح کو مدنظر رکھتا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں کسی قسم کا غلط نظریہ پنپنے نہیں دیتا۔

سورج کو گرہن تو لگا ہے۔ اور یہ ابراہیمؓ کی موت سے لگا ہے۔ لیکن آسمان کے سورج کو نہیں، البتہ خود اس کے دل کا سورج گہنا گیا ہے۔

اور اس کا سر عجز و نیاز خدا کی بارگاہ میں جھک کر اپنی نیازمندیوں کے اعتراف میں ڈوب جاتا ہے

"ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جو ہمارے پروردگار کو ناپسند ہو،

"صلی اللہ علیہ وسلم"

پیامِ حق

ہم مسلماں ہیں۔ پیامِ حق سناتے جائیں گے
بےخبر اب تک جو سوتے ہیں جگاتے جائیں گے
ہم شہیدِ راہ کو سمجھے ہیں۔ منزلِ عشق کی
گولیاں سینوں پہ کھا کر مسکراتے جائیں گے
مضمحل ہونے نہ دیں گے۔ باغِ ملت کو کبھی
سینچتے جائیں گے خوں سے خوں بہاتے جائیں گے
دینگے مقتل گاہ میں سب کو پیامِ حریت
یہ مرے قطرے لہو جو ہر دکھاتے جائیں گے

(صادقِ آتشی)

۳ اپریل ۱۹۷۰ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمۂ تعلیم

(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۸۱-۲۴۸ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ ۔۔ ۱۱
" " " ششماہی ۔۔ ۶
" " " " ۔۔ ۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ ۔۔ ۴۲
" " بحری جہاز ۔۔ ۱۵
" ہوائی ڈاک ششماہی ۔۔ ۲۱
" بحری ۔۔ ۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ۴۰ ۷۳
" " بحری ۸۰ ۲،۲

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ منیجر ماہنامہ "الفرقان" کچہری روڈ لکھنؤ ارسال کرکے ڈاک خانہ کی رسید ہمیں ارسال کر دیں۔

(سرکولیشن منیجر)

انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع شدہ

قرآن عزیز

تجلیۂ جدیدہ

دیدہ زیب — رنگین

عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنت شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ہدیہ

مجلد قسم اوّل	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنا فلی سفید کاغذ	کیمیکل گلیز کاغذ
	۱۲/- روپے	۹/- روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔

فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔

وی۔پی نہ بھیجا جائے گا۔

تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

المعلن: ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

قرآن مجید

سندھی ترجمہ

شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیٰ حضرت مولانا و سیدنا تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہٗ

رعایتی ہدیہ: فی جلد ۵/۵۰ ڈاک خرچ ۱/۵۰

کل ۷/- روپے پیشگی بھیج کر طلب فرمائیں

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا